بِرُّ الوالدین

(والدین کے ساتھ حسن سلوک)

امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ



ترجمہ، تحقیق و فوائد
امان اللہ عاصم

نظرثانی
حافظ حامد محمود الخضری

تقریظ
فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ
پبلیکیشنز لاہور

بِرُّ الوالدین

(والدین کے ساتھ حسن سلوک)

امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ



ترجمہ تحقیق وفوائد
امان اللہ عاصم

نظر ثانی
حافظ حامد محمود الخضری

تقریظ:
شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ
پبلیکیشنز لاہور

اسلامی اکادمی
الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور
فون: 042-37357587

فہرست

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ ، وَبَعْدُ!

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جمع و تدوین مسلمانوں کا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال کوئی اُمت یا قوم پیش نہیں کر سکتی۔ حدیث اور علوم الحدیث پر اتنی بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ ان کی فہرست ہی مرتب کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسا بحرِ ذخار ہے کہ جس کے ساحل پر پہنچنے کے لیے ایک مدت دراز درکار ہے۔ یہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جس پر اُمت مسلمہ جتنا فخر کرے کم ہے۔

ایک دوسرے نقطہ نظر سے غور کریں تو ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ یہی ہے کہ وہ اپنے ہادیٔ برحق ﷺ کے ایک ایک قول و فعل کو حرزِ جان بنائے اور اس کی روشنی میں اپنی دنیاوی اور اُخروی زندگی کو سنوارے۔ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الاحزاب : 21]

موجودہ زمانے میں جب کہ لادینیت اور الحاد عام ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ کا نزول ہوا کہ وقت کی اس اہم ضرورت کے پیش نظر ہم نے ان مجموعہ ہائے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بزبانِ اُردو ترجمہ، تخریج اور تشریحات کے ساتھ پیش کرنا شروع کر دیا۔ الحمد اللہ آج ہم "برّ الوالدين للبخاري (والدین کے ساتھ حسن سلوک)" کتاب کو شائع کر رہے ہیں۔ محترم جناب ابوالحسن امان اللہ عاصم حفظہ اللہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جنھوں نے اس مختصر سے مجموعۂ احادیث کا ترجمہ، تخریج اور شرح انتہائی سہل انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ محترم جناب حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ نے اس کتاب پر نظر ثانی، تصحیح و تنقیح کی، جس سے کتاب کو چار چاند لگ گئے۔ ہم اُن کے انتہائی شکر گزار ہیں جن کی کاوش اور نگرانی میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ متن، ترجمہ اور تشریح میں کہیں کوئی کتابت اور منہج کی غلطی نہ رہنے پائے، لیکن بتقاضا بشریت کہیں کوئی سقم یا غلطی رہ گئی ہو تو تمام اہل علم حضرات سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس سے ہمیں مطلع فرمائیں، تا کہ آئندہ ایڈیشن کے لیے اسے درست کیا جا سکے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ کلامِ رسول اللہ ﷺ کو اس کے شایانِ شان بہترین انداز میں پیش کریں۔ ہمیں

یقین ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتب احادیث قبول عام حاصل کریں گی۔

ہم اپنے شیخ اور مربی عصر حاضر کی عظیم شخصیت فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی ﷾ کے انتہائی شکرگزار ہیں جو اپنی مصروفیات کے باوجود ادارہ کی سرپرستی کر رہے ہیں، ان کی ترغیب، تشـــجیـع اور اشراف کا ہی نتیجہ ہے کہ کتب حدیث زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آرہی ہیں اور ساتھ میں علمی و اصلاحی تقریظ تحریر کرکے ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کثر اللّٰہ أمثاله فی العالم .

ممبران ادارہ جناب ابو یحییٰ محمد طارق جاوید، منصور سلیم، میاں سجاد، محمد ناظر سدھو، ظفر اقبال، محمد نادر، فیصل جاوید، فیصل خان، اسجد محمود منج، محمد عرفان، اختر علی، شوکت حیات، انتصار، عبدالوحید، زاہد حسین، محمد مشتاق، ماسٹر الطاف، عندلیب اور ادارہ کی مجلس شوریٰ جناب محمد شاہد انصاری، حاجی نوید آصف، شمشیر اشرف، محمد اکرم سلفی، مرزا ذاکر احمد اور ابوطلحہ صدیقی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جن کے تعاون سے کتب حدیث کا کام جاری وساری ہے۔

جناب انکل ابومؤمن منصور احمد، محمد رمضان محمدی اور محمد سلیم جلالی حفظہم اللہ کی تمام کوششیں اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، کیونکہ ان کے تعاون سے ان کتابوں کی اشاعت ہو رہی ہے۔

ہمارے ادارہ کے کمپوزر جناب ابوحفص محمد حسن خان صاحب نے کمپوزنگ کا کام بطریق احسن سرانجام دیا ہے اور دیدہ زیب و جاذب نظر کمپیوٹر ڈیزائننگ کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اس کام کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ مَنْ لَّا يَشْكُرِ اللّٰهَ .

اللہ کے حضور سربسجود ہوکر دُعا گو ہیں کہ وہ اس کتاب کا نفع عام کردے، ادارہ کو تا روزِ قیامت باقی رکھے۔ تاکہ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف محدثین اور فقہاء کی علمی تراث کو منصۂ شہود پر لاتا رہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ .

وکتبہ

ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی

رئیس: ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنِ اقْتَدٰی بِھَدِیَّۃِ وَ نَھْجِ بِنَھْجِہٖ وَسَنَّ بِسَنَّتِہٖ إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ!

کتاب ہٰذا ''بـر الـوالـديـن لـلإمـام البخـاري (والدین کے ساتھ حسن سلوک)'' درحقیقت امام المسلمین، قدوۃ الموحدین، امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے۔

بھائی ابوحمزہ عبدالخالق حفظہ اللہ نے اس عظیم الفوائد کتاب کو بزبانِ اُردو ادارہ انصار السنہ سے طبع کرا کے لوگوں تک پہنچایا ہے۔ بھائی عبدالخالق کو اللہ تعالیٰ نے خدمت حدیث کے تعلق سے بڑا نفیس ذوق عطا فرمایا ہے۔

ترجمہ عام فہم اور سلیس رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے اور تشریح میں لمبی بحثوں سے پرہیز کیا گیا ہے۔ اس عظیم کتاب میں امام صاحب نے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جمع کیا ہے۔ دنیا ایک گزرگاہ ہے، انسانیت کے قافلے اس پر سے پیہم گزر رہے ہیں۔ پوری زندگی ایک مسلسل سفر ہے۔ ہر انسان مسافر ہے اور چارو ناچار زندگی کا سفر سبھی کو طے کرنا ہے۔ ''کُنْ فِیْ الدُّنْیَا کَأَنَّکَ غَرِیْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ'' [1]

مسافر اپنے سفر کے لیے زادِ راہ کی فکر کرتا ہے، بغیر زادِ راہ کے سفر کرنے والا طرح طرح کی مشکلوں سے دوچار ہوتا ہے اور بالآخر اپنی راہ کھوٹی کرتا ہے:

﴿وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرہ: 197)

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مجموعہ احادیث اس لیے تیار کیا ہے کہ وہ خود اور دوسرے لوگ اسے زادِ راہ بنائیں۔ اسلام کے آداب سمجھیں اور اس کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی سعی کریں۔

والدین کائنات کی وہ دو عظیم ہستیاں ہیں کہ جو رب تعالیٰ کے بعد انسان پر سب سے زیادہ احسان کرتی

---

[1] صحیح بخاری، رقم: 6414.

ہیں۔ اس کے دکھ درد کا خیال کرتی ہیں۔ اس کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور بچوں کو سہولت پہنچانے کے لیے اپنی راحتوں کو قربان کر دیتی ہیں۔ اپنے بچوں کو بہتر سہولتیں پہنچانے کے لیے ایک ملک سے دوسرے ملک، ایک شہر سے دوسرے شہر، دیس سے پردیس کی زندگی گزارتے ہیں۔ کہ ہمارے بچوں کا مستقبل بہتر ہو جائے۔تو جو والدین بچوں کے لیے اتنی محنت اور مشقت برداشت کرتے ہیں۔ اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے ہر قسم کی محبتوں کو قربان کر کے، دیس سے پردیس جاتے ہیں تو لازم ہے کہ بچے بڑے ہو کر اپنے والدین کا خیال کریں۔ ان کی ضروریات کو پورا کریں۔ ان کے ساتھ نیکی کریں۔ ان کے ساتھ اچھے انداز سے پیش آئیں۔ کیونکہ ان کے احسانات کا یہ تقاضہ ہے۔اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝﴾ [الاحقاف : 15 تا 16]

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔اس کی ماں نے اسے تکلیف جھیل کر پیٹ میں رکھا۔ اور تکلیف جھیل کر جنا۔ اس کا دودھ چھڑانے اور اس کے حمل کا زمانہ تیس 30 ماہ کا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی کمال قدرت کے زمانے، چالیس 40 سال کی عمر کو پہنچا تو کہنے لگا، اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکریہ بجالاؤں جو تو نے مجھ پر، اور میرے ماں باپ پر کی ہے۔ اور میں ایسے صالح عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے، اور تو میری اولاد بھی صالح بنا۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں، اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم تو قبول فرما لیتے ہیں، اور جن کے بداعمال سے درگزر کرتے ہیں یہ جنتی لوگ ہیں اس سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا ہے۔“

ان آیات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جو والدین کے ساتھ احسان کرنا ہے وہ والدین کی اولاد کے لیے تکلیفوں کا تقاضہ ہے کہ جب بچے جوانی کو پہنچیں تو والدین کے ساتھ احسان کریں، ان کے لیے دعائیں کریں۔ یقیناً ایسے لوگ جنتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے رب کی رضا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ.)) [1]

''رب کی رضا والدین کی رضا ہے، اور رب کا غصہ والدین کے غصہ میں ہے۔''

یعنی رب کو راضی کرنا چاہتے ہو تو والدین کو راضی کر لو۔ اگر والدین راضی ہو گئے تو رب بھی راضی ہو جائے گا۔ بصورت دیگر اگر والدین کو ناراض کر دیا تو رب بھی ناراض ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے لوگوں کو پابند کیا ہے کہ وہ اپنے والدین کو راضی کریں، اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾﴾ [بنی اسرائیل : 23 تا 25]

''اور تیرا پروردگار صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا اگر تیری موجودگی میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنا۔ بلکہ بڑے احترام کے ساتھ بات کرنا، اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا، اور دُعا کرتے رہنا اے میرے پروردگار! ان پر بھی ایسا رحم فرما جیسا انہوں نے میرے بچپن میں مجھ پر فرمایا۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے۔ اگر نیک ہو تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔''

غور فرمائیں کہ اللہ نے اپنی عبادت کے بعد جس دوسری چیز کو ایک انسان کے اوپر لازم قرار دیا ہے وہ والدین کے ساتھ احسان و نیکی کرنا ہے۔ یعنی رب کی توحید کے بعد انتہائی اہمیت والی بات والدین کو راضی کرنا ہے۔ اسی اہمیت کو رب نے اس انداز میں بھی بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾﴾ (البقرة : 83)

[1] سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، رقم : 1899، سلسلة الصحيحة، رقم : 516.

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا، اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرابت داروں، مسکینوں، یتیموں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دیتے رہنا۔ لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ احسان کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلی قوموں بنی اسرائیل وغیرہ سے بھی لیا۔ جس کا مطلب ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرنے کا تاکیدی حکم پہلی قوموں کو بھی دیا گیا تھا۔ یہ احسان اور نیکی والدین کے ساتھ دنیاوی حد تو ہوگی۔ اگر کفریہ یا شرکیہ کام کرنے پر والدین اولاد کو مجبور کریں۔ تو اولاد والدین کی ایسی بات قطعاً نہ مانے گی اور نہ ہی اس بات کو نہ ماننے سے اولاد پر کوئی گناہ ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ:

((حَلَفَتْ أُمُّ سَعْدٍ اَنْ لا تُكَلِّمَهٗ اَبَدًا حَتّٰى يَكْفُرَ بِدِينِهٖ ، وَلَا تَأْكُلَ وَلَا تَشْرَبَ ، قَالَتْ: زَعَمْتَ اَنَّ اللّٰهَ وَصَّاكَ بِوَالِدَيْكَ ، وَاَنَا أُمُّكَ ، وَاَنَا آمُرُكَ بِهٰذَا . قَالَ: مَكَثَتْ ثَلَاثًا حَتّٰى غُشِيَ عَلَيْهَا مِنْ الْجَهْدِ ، فَقَامَ ابْنٌ لَهَا يُقَالُ لَهٗ عُمَارَةُ: فَسَقَاهَا ، فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَى سَعْدٍ ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (لقمان: 14، 15) .)) [1]

''سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے (ان کی والدہ مسلمان نہیں ہوئی تھیں) ایک دن ان کی والدہ نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اسلام کا انکار نہ کرے وہ ان سے نہیں بولیں گی، نہ کھائیں گی اور نہ پیئیں گی۔ ان کی والدہ نے ان سے یہ بھی کہا کہ تم یہ کہتے ہو کہ بے شک اللہ نے تم کو والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے۔ میں تمہاری ماں ہوں، اور میں تمہیں اسلام چھوڑنے کا حکم دیتی ہوں۔ تم میرا کہا مانو! تین دن وہ اسی حالت میں رہیں یہاں تک کہ بے ہوش ہوگئیں۔ ان کے بیٹے عمارہ نے ان کو پانی پلایا۔ جب انہیں ہوش آیا تو وہ سعد رضی اللہ عنہ کو بددعا دینے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ

[1] صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فى فضل سعد بن ابى وقاص، رقم: 1748 .

آیات نازل فرمائیں: (ترجمہ) ''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔'' (لقمان: 14، 15)

یعنی دنیاوی معاملات میں اپنے والدین کا خیال رکھیں ان کے کافر ہونے کے باوجود۔ اس چیز کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

((عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِیْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہما قَالَتْ: اَتَتْنِیْ أُمِّی رَاغِبَةً فِی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ فَسَأَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ آصِلُهَا؟ قَالَ: نَعَمْ .)) [1]

''سیدہ اسماء بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی مشرکہ ماں معاہدہ حدیبیہ کے دوران مدینہ میں اپنی بیٹی کے پاس آئیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ، کیا میں اپنی ماں سے حسن سلوک کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! تم اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیاوی معاملات میں والدین کے ساتھ ہر حال میں حسن سلوک سے پیش آنا ہے، اور خاص طور پر اپنی والدہ کا زیادہ خیال کرنا چاہیے۔ جبکہ والدہ دین دار اور باشعور خاتون ہو۔ غلط اور صحیح کو اچھے طریقے سے سمجھ سکتی ہو۔ ورنہ والد کی بات کو قبول کرنا چاہیے۔

((عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِی؟ قَالَ: أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ؟ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ .)) [2]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ سے عرض کیا، اے اللہ کے

[1] صحيح بخاری، كتاب الادب، رقم: 5978.

[2] صحيح بخاری، كتاب الادب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، رقم: 5971.

رسول! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیری ماں، اس نے کہا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تیری ماں۔ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تیری ماں، اس نے کہا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تیرا باپ۔''

کیا اس احسان کی کوئی حد بھی ہے اور اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوئی صورت ہے؟ اگر ہے تو کیا؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا يَجْزِیْ وَلَدٌ وَالِدَهُ اِلَّا اَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهِ فَيُعْتِقَهُ .)) ❶

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بیٹا اپنے باپ کے احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے والد (باپ کو) غلام پائے، تو اسے خریدے اور آزاد کر دے۔''

یہ والدین کا احسان چکا دینے کی ایک صورت ہے۔ تو جو لوگ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں یہ لوگ مبارک لوگ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ خاص فضل واحسان فرماتا ہے۔

((عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ، وفی مسند الرویانی: 244/1......اِنَّ فِی التَّوْرَاةِ لِمَكْتُوْبٌ، يَا ابْنَ آدَمَ! اِتَّقِ رَبَّكَ، وَبِرَّ وَالِدَاكَ، وَصِلْ رَحِمَكَ، اُمْدُدْ لَكَ فِیْ عُمُرِكَ .)) ❷

''سیدنا سلیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے (اور مسند الرویانی میں یہ الفاظ ہیں) (ترجمہ) یقیناً توراۃ میں مکتوب ہے کہ اے ابن آدم! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کر، والدین کے ساتھ حسن سے پیش آ اور صلہ رحمی کرتا کہ تیری عمر میں برکت ڈالی جائے۔''

یعنی عمر میں برکت والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے ملتی ہے۔ والدین کی خدمت کرنے سے متعلق

❶ صحیح مسلم، کتاب العتق، باب فضل عتق الولد، رقم: 1510.

❷ سنن ترمذی، ابواب القدر، باب ما جاء لا یرد القدر الا الدعاء، رقم: 2139، و مسند الرویانی: 224/1، سلسلة الصحیحة، رقم: 154.

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ الْبَابَ أَوْ احْفَظْهُ .)) ❶

''والد جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ ہے۔ پس تو اسے توڑ دے یا اس کی حفاظت کر۔''

یعنی آپ والد کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے اس کے ساتھ احسان کر کے اپنے آپ کو جنت کا مستحق بنا سکتے ہیں۔ وہ لوگ بڑے بد بخت ہوں گے کہ جن کے والدین ان کی جوانی میں موجود ہوں اور وہ اپنے والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر سکے۔

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: رَغِمَ اَنْفُ ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ، ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ، قِیلَ: مَنْ یَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَیْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَیْهِمَا فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ .)) ❷

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا، اس کی ناک خاک آلود ہو، جس نے اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں نہ گیا۔''

غور فرمائیں کہ نبی رحمت ﷺ تین بار ایسے شخص کو بربادی کی وعید سنا رہے ہیں کہ جو والدین کی خدمت کر کے جنت کو حاصل نہ کر سکا۔ لہٰذا کوشش کریں کہ والدین کے ساتھ احسان کریں، نیکی کریں اور ان کے لیے دعائیں کریں۔ کیونکہ یہی اچھی اور نیکی اولاد کی صفات ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴾ [ابراھیم : 41]

''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، اور میرے والدین کو بھی بخش دے، اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس نے دن حساب قائم ہوگا۔''

غور فرمائیں کہ اچھی اولاد والدین کے لیے دعائیں کرتی ہے، اور اچھی اولاد کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے والدین کے دوستوں کے ساتھ بھی احسان کرتے ہیں۔ ان کا ادب و احترام کرتے ہیں۔

---

❶ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب الفضل فی رضا الوالدین : رقم : 1900۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة ، باب رغم انف من ادرك ابویه اواحدهما، رقم : 2551.

چنانچہ جناب عبداللہ بن دینار سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ:

((اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِیَهٗ بِطَرِیْقِ مَكَّةَ ، فَسَلَّمَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ ، وَحَمَلَهٗ عَلٰی حِمَارٍ كَانَ یَرْكَبُهٗ ، وَاَعْطَاهُ عَمَامَةً كَانَتْ عَلٰی رَأْسِهٖ ، فَقَالَ ابْنُ دِیْنَارٍ ، فَقُلْنَا لَهٗ: اَصْلَحَكَ اللّٰهُ! اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَاِنَّهُمْ یَرْضُوْنَ بِالْیَسِیْرِ ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ اَهْلَ وُدِّ اَبِیْهِ .)) [1]

''ایک دیہاتی آدمی انہیں راستے میں ملا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے سلام پیش کیا، اور اسے اس گدھے پر سوار کرلیا جس پر وہ خود سوار تھے۔ اور اسے وہ عمامہ بھی دے دیا جو ان کے سر پر تھا۔ ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ تو دیہاتی لوگ ہیں تھوڑی سی چیز سے راضی ہو جاتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اس شخص کا باپ (میرے باپ) عمر بن خطاب کا دوست تھا، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: کہ سب سے بڑی نیکی آدمی کا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرنا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی رضاعی ماں کی تعظیم کیسے کی؟ سنن ابوداؤد کی حدیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

((عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ: رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعْرَانَةِ ، اِذْ اَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ ، فَبَسَطَ لَهَا رِدَاءَهٗ ، فَجَلَسَتْ عَلَیْهِ ، فَقُلْتُ مَنْ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا: هِیَ اُمُّهُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهُ .)) [2]

''حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو مقام جعرانہ میں دیکھا کہ آپ ﷺ گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آئی اور حضور ﷺ کے قریب گئی، تو آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا دی جس پر وہ بیٹھ گئی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپ ﷺ رضاعی ماں ہیں۔''

لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے والدین، اور والدین کے دوستوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آیا

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلة، رقم: 2551.

[2] سنن ابوداؤد، رقم 144.

جائے۔ یہ اچھی اور کامیاب اولاد کی پہچان ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

والدین کے لیے ہمیشہ دعا گو رہنا چاہیے۔

﴿ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾ [بنی اسرائیل: 24]

''اے اللہ ان دونوں پر اسی طرح رحم فرما، جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

آیئے! ہم اس عظیم الفوائد عظیم المرتبت حدیث کی کتاب پر عمل پیرا ہو کر ایسا ہی بننے کی کوشش کریں کہ ہمارے ماں باپ ہم سے راضی ہو جائیں تا کہ ہمارا رب بھی ہم سے راضی ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اخلاص اور تقویٰ کے مبارک و مسعود منہج پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور منہج سلف صالحین کی روشنی میں دعوت کے عمل کو برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس مجموعہ سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور ناشرین کے لیے اسے اپنی خوشنودی اور رضا کا وسیلہ اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمِ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْن .

وکتبه

عبداللہ ناصر رحمانی

سرپرست: ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مترجم

الحَمدُ لِلَّهِ نَستَعِينُهُ وَنستَغفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِن شُرُورِ أَنفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعمَالِنَا مَن يَهدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَن يُضلِل فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشهَدُ أَن لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُهُ وَرَسُولُهُ ،

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ ﴾

[آل عمران : 102]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبًا ﴾

[النساء : 1]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوۡلًا سَدِيدًا ۝ يُصۡلِحۡ لَكُمۡ أَعۡمَٰلَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡ ۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيمًا ﴾ [الأحزاب : 70، 71]

أَمَّا بَعد فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم!

''البِرّ'' کا لغوی مطلب: اچھا سلوک کرنا، تکریم کرنا، خیر و بھلائی کے اسباب مہیا کرنا اور نرمی و ہمدردی کرنا ہے۔ یہ ''عُقُوق'' (نافرمانی) کی ضد ہے۔

''بر الوالدین'' سے مراد: والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ہمیشہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور قول و فعل کے ساتھ ہمیشہ ان کی اطاعت وخوشی کے لیے کوشاں رہنا؛ ہے۔

بر الوالدین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت اور توحید کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی خدمت کرنا دین کے عظیم شعائر میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًا ﴾ [الإسراء : 23]

''تمھارے رب نے حکم جاری فرمایا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ﴾ [النساء : 36]

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ہرگز شرک نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

والدین کے ساتھ اچھا سلوک، اچھا برتاؤ اور ان کی خدمت و اطاعت ایسا عمل ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں سے وعدہ لے رکھا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے۔ دراصل وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑنے کا مرتکب قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ﴾ [الأحقاف : 15]

''والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی، ہم نے انسان کو وصیت کی ہے۔''

سعودی عرب کے معروف مفسر علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا من لطفه تعالى بعباده وشكره للوالدين أن وصى الأولاد وعهد إليهم أن يحسنوا إلى والديهم" [1]

''یعنی اللہ تعالیٰ نے اولاد سے وعدہ وعہد لیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔''

یہی وجہ ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، ان کی خدمت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور محبوب عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بروقت نماز پڑھنا، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور تقوی رکھنے والے لوگ اپنے والدین کا احترام کرنے میں مثالی مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے والدین کی خدمت اور احترام کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد نہایت اعلی درجہ دیا اور اس کا عملی

---

[1] تيسير الكريم الرحمن فى تفسير كلام المنان (تفسير السعدى)، ص : 781.

[2] صحيح البخارى، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حديث: 527، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الايمان بالله تعالىٰ أفضل الاعمال، حديث: 85.

نمونہ بھی پیش کیا ہے۔

رات کے وقت مسعر بن کدام رحمہ اللہ سے ان کی والدہ نے پانی طلب کیا۔ وہ پانی لائے تو ماں سو چکی تھی۔ مسعر رحمہ اللہ رات بھر اپنی ماں کے سرہانے پانی لے کر کھڑے رہے کہ نہ جانے کب ماں کی آنکھ کھلے اور وہ پانی مانگے، ایسا نہ ہو کہ میں سو جاؤں اور ماں پھر سے پانی مانگے اور میں پانی پیش نہ کر سکوں۔ ❶

والدین کی بے ادبی کا معمولی شائبہ بھی اسلاف صالحین کے ہاں بہت بڑا جرم تصور کیا جاتا تھا۔

ابن عون رحمہ اللہ کو ان کی ماں نے آواز دی تو انہوں نے جواباً آواز دی لیکن ان کی آواز ان کی ماں کی آواز کی نسبت بلند ہوگئی تو انہوں نے اس کو ماں کی بے ادبی تصور کرتے ہوئے کفارے کے طور پر دو غلام آزاد کیے۔ ❷

ہمارے بھی معاشرتی و معاشی مسائل کا حل نکل سکتا ہے اور ہمارا معاشرہ بھی پرامن ہو سکتا ہے اور ہم بھی مصائب سے چھٹکارا پا سکتے ہیں؛ اگر ہم بھی اپنے والدین کے صحیح معنوں میں خدمتگار اور فرمانبردار بن جائیں۔ جس طرح ان تینوں افراد کو اللہ تعالیٰ نے مصیبت سے آزاد کیا۔ جو ایک سفر کے دوران غار میں پھنس گئے تھے۔

دلی تمنا کی تکمیل:

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے مجھ ناچیز کو حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریری و تبلیغی خدمت کی سعادت عطا فرمائی ہے۔ عرصہ دراز سے اس بات کی تمنا اور دلی آرزو تھی کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تالیفات کو عوام الناس کے لیے آسان اور سادہ انداز میں پیش کروں۔ لیکن کوئی بھی کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور منظوری کے بغیر ہرگز نہیں ہوتا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میری التجا اور آرزو کو شرف قبولیت بخشا اور مجھے اس قابل بنایا کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتب میں سے جزء القراءۃ خلف الامام اور جزء رفع الیدین فی الصلاۃ کو اردو قالب میں ڈھال کر احادیث کی حتی الوسع آسان اور مفصل شرح پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کی تیسری مختصر اور جامع کتاب ''برالوالدین (والدین کے ساتھ حسن سلوک)'' کا اردو ترجمہ مع شرح پیش کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں انسان کی عملی زندگی کے ایسے پہیے ہیں کہ ان میں سے ایک بھی متاثر اور خراب ہو جائے یا ختم ہو جائے تو انسان کی عملی زندگی مفلوج اور آخرت تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتی ہے۔ یہ نہایت

❶ البر والصلة، لابن الجوزی، ص: 88.

❷ تاریخ دمشق، لابن عساکر: 345/31.

حساس معاملہ ہے۔لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اس سے روگردانی، لاپرواہی اور کوتاہی کا ارتکاب عام ہے۔

حقوق اللہ میں کامیابی لیکن حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت انسان کے لیے اخروی ناکامی کا باعث ہے اور اسی طرح حقوق العباد میں دلچسپی لیکن حقوق اللہ میں غفلت بھی انسان کی آخرت کو تباہ کر دینے والا جرم ہے۔ حقوق العباد میں سب سے اہم اور اولیں حق انسان کے ذمہ اس کے والدین کی اطاعت و خدمت ہے۔ وہ شخص نہایت خوش قسمت ہے جس کی زندگی میں اس کے والدین بقید حیات ہوں اور وہ شخص اپنے والدین کی خدمت و اطاعت کرنے میں کوشاں رہے۔ اس کے برعکس وہ شخص نہایت بدقسمت ہے جسے والدین کی خدمت کا موقع ملا لیکن اس نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کی خدمت و اطاعت سے مجرمانہ غفلت کا شکار رہا۔

والدین کی بے ادبی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بندھ باندھنے کے لیے ضروری ہے کہ جہاں والدین کو ان کی ذمہ داریوں اور فرائض کی تلقین کی جائے وہاں اولاد کو بھی والدین کی خدمت، اطاعت اور قدر کرنے کی تاکیدی نصیحت کی جائے۔ تاکہ مسلم معاشرہ واقعی پرامن، برکات کا پیکر اور اللہ کی طرف سے فراوانیوں اور کشادگیوں کا گہوارہ بن جائے۔

برالوالدین (والدین کے ساتھ حسن سلوک) کے موضوع پر لکھی گئی کتب:

برالوالدین (والدین کے ساتھ حسن سلوک)، اپنی فضیلت کے اعتبار سے نہایت اہم موضوع ہے۔ معاشرے کی اصلاح کے لیے یہ موضوع بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے علماء و محدثین نے ہر دور میں اس حوالے سے عوام الناس کی راہنمائی کو اولیں ترجیحات پر رکھا ہے۔ متعدد ائمہ کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ نے اس عنوان پر کتابیں لکھیں۔ جن میں سے خاص اور اہم کتب درج ذیل ہیں:

①: بر الوالدین	امام محمد بن اسماعیل البخاری
②: برالوالدین	ابراہیم بن اسحاق الحربی البغدادی الشافعی
③: برالوالدین	ابومحمد قاسم بن اصبغ القرطبی المالکی
④: بر الوالدین	ابوالشیخ محمد بن عبداللہ الاصبہانی
⑤: برالوالدین	یمن بن أحمد أبوموسی الطلیطلی
⑥: برالوالدین	حسن بن محمد الخلال البغدادی
⑦: برالوالدین	ابوبکر محمد بن الولید الطرطوشی المالکی

⑧: برالوالدین ابوالفرج جمال الدین ابن الجوزی

⑨: برالوالدین تقی الدین عبدالکافی السبکی

⑩: موجب دارالسلام فی بر الوالدین و صلة الارحام

جمال الدین محمد بن عبدالسلام الزبیدی

⑪: سعادة الدارین فی برالوالدین ابوالفتوح احمد بن محمد الحلبی الحلوی

⑫: رسالة فی الحض علی بر الوالدین ابوالوفا قطب الدین عمر بن محمد الیافی

⑬: بر الوالدین احمد بن محمد، ابن الصدیق الغماری

⑭: برالوالدین فی ضوء الکتاب والسنة الدکتور سعید بن علی بن وہف القحطانی

زیرنظر، امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب اسی اصلاحی پہلو کا احاطہ کرتی ہے۔ اور اپنے موضوع پر نہایت جامع اور معتبر ومستند کتاب ہے۔ بڑی لائبریریوں کے ساتھ ساتھ ہر گھرانے میں اس کتاب کا موجود ہونا اور افراد خانہ کے زیرمطالعہ رہنا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ ہمارے ہر گھرانے کے افراد کو رشتوں کی قدر اور احترام کا درس ملے۔ اور معاشرے میں بڑھتا ہوا؛ قطع تعلقی کا رجحان ختم ہو اور ہمارے بھائیوں، بہنوں، بیٹوں اور بیٹیوں کے قلوب و اذہان میں صلہ رحمی کا جذبہ مضبوط ہو۔

ہمارے پیش نظر ''برالوالدین'' کے نسخے:

اس کتاب کے اردو ترجمہ کے لیے ہم نے درج ذیل نسخوں کو پیش نظر رکھا ہے:

❶:...... قلمی نسخہ (مخطوطہ): یہ نسخہ علامہ السید عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ کی لائبریری میں موجود ہے۔ جو لائبریری اس وقت مراکش میں شاہی محل کے کتب خانہ میں شامل ہے۔ اب یہ مخطوطہ اس شاہی لائبریری میں موجود، کم و بیش 30 رسائل کے مجموعہ، مجموعہ نمبر: 452، مشتمل بر 270 اوراق کا ایک حصہ ہے۔ جو ورق نمبر: 144 تا 151 (آٹھ اوراق/سرورق سمیت 14 صفحات) پر مشتمل ہے۔ اسی مخطوطہ کو ہم نے نصوص کی تحقیق و تقابل میں اصل قرار دیا ہے اور اس کے چند عکس بھی شامل اشاعت کیے ہیں۔

جس مقام پر الفاظ میں کسی بھی قسم کی کمی بیشی پائی گئی ہے اسے برالوالدین کے دوسرے مطبوعہ نسخوں، الأدب المفرد، صحیح البخاری اور دیگر مصادر کی روشنی میں درست کردیا ہے۔ البتہ جملہ اسناد ومتون کے ایک ایک نام اور لفظ کو ہم نے اصل مخطوطہ کے ساتھ تقابل کیا ہے۔ اس اعتبار سے ''برالوالدین'' کا یہ اردو ترجمہ نہایت معتبر اور

کامل ہے۔ الحمدللہ

❷:...... بـر الـوالـدين ، للبخاري۔ بتحقيق حسين سليم اسد الداراني ﷾ و مزهف حسين اسد ﷾۔ الـنـاشـر: دارالتـوحـيـد لـلـنـشـر والتوزيع المملكة العربية السعودية، الرياض۔ الطبعة الأولىٰ۔ 1439 هجرى۔ 2018 ميلادى . صفحات : 176 .

❸:...... بـر الـوالـديـن ، لـلـبـخـارى۔ بتـحـقـيـق بسـام بن عبدالكريم الحمزاوى۔ الناشر: دارالحديث الكتانيه بيروت۔ الطبعة الثالثة۔ 1436 هجرى۔ 2014 ميلادى . صفحات : 199 .

❹:...... كتـاب بـر الوالدين ، للبخارى۔ بتحقيق و تعليق: عبدالعاطى محي الشرقاوى۔ الـناشر: مكتبة الامام البخارى للنشر والتوزيع مصر۔ الطبعة الأولىٰ۔ 1435 هجرى۔ 2014 ميلادى . صفحات: 96 .

اس اردو ترجمہ کی نمایاں خوبیاں:

اب تک امام بخاری ﷫ کی ''برالوالدین'' کے منظر عام پر آنے والے اردو تراجم کے مقابل ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز کی طرف سے پیش کردہ اردو ترجمہ میں درج ذیل نمایاں خوبیاں ہیں، جن کی بدولت یہ اردو ترجمہ نہایت اہم مقام کا حامل ہے:

①:...... کتاب کو اصل و معتبر قلمی نسخہ (مخطوطہ) سے مکمل تقابل کیا گیا ہے۔

②:...... قلمی نسخہ (مخطوطہ) کا مکمل تعارف اور اس کے متعلق ضروری معلومات بھی بیان کردی گئی ہیں۔

③:...... قلمی نسخہ (مخطوطہ) کے کاتب کا تعارف بھی ذکر کردیا گیا ہے۔

④:...... کتاب کی اپنے مؤلف (امام بخاری ﷫) کی طرف نسبت کو بھی واضح دلائل کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے۔

⑤:...... دیگر محدثین کی بیان کردہ، اس کتاب سے متعلق اسناد کا باحوالہ تذکرہ بھی کردیا گیا ہے جس سے اس کتاب کی نسبتی توثیق کو مزید تقویت ملتی ہے۔

⑥:...... کتاب کے راویوں، بالخصوص بنیادی راوی (امام بخاری ﷫ سے روایت کرنے والے شاگرد) کا تعارف بھی قلمبند کردیا گیا ہے۔

⑦:...... کتاب کی تمام روایات پر صحت و ضعف کے اعتبار سے اسنادی حکم ذکر کردیا گیا ہے۔

⑧:...... احادیث و آثار کی شرح وفوائد؛ مدلل ومفصل تحریر کر دیے گئے ہیں۔ جس میں امام بخاری رحمہ اللہ کے منہج و اسلوب کو بالخصوص ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ تا کہ قارئین کو یہ معلوم ہو سکے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ترغیب دلانے والی کتاب میں جو احادیث بظاہر کوئی نسبت نہیں رکھتیں، انہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس میں کیوں نقل کیا ہے۔ دراصل یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا دیگر محدثین کی نسبت ممتاز اور نہایت زیرک اسلوب ہے۔ جس کی وضاحت الحمدللہ حتی الوسع کر دی گئی ہے۔ تا کہ احادیث کا اس کتاب کے موضوع سے ربط وتعلق قائم رکھتے ہوئے سمجھنے میں قارئین کو آسانی رہے۔

⑨:...... قلمی نسخہ میں ابواب بندی نہیں کی گئی۔ البتہ بعض محققین نے ابواب بندی کا اہتمام کیا ہے۔ ہم نے عوام الناس کی سہولت کے پیش نظر ابواب بندی کی ہے۔

⑩:...... کتاب کے ترجمہ میں تحقیق وتخریج کے لیے مستعمل جملہ مراجع و مصادر (کتب) کی مکمل فہرست کتاب کے آخر میں شامل اشاعت کر دی گئی ہے۔

ان نمایاں خوبیوں کی بدولت اردو ترجمہ شدہ نسخوں میں ہمارا یہ (مترجم) نسخہ ممتاز و نمایاں حیثیت کا حامل ہو گیا ہے۔ الحمد لله على ذلك .

میں رئیس انصار السنہ پبلی کیشنز ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے ادارہ سے اس ترجمے کی اشاعت کر کے میری حوصلہ افزائی کی۔ اس کتاب کی نظر ثانی محترم جناب حافظ حامد محمود الخضری حفظہ اللہ کے حصہ میں آئی، وہ بھی شکریے کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے کتاب میں موجود بعض اغلاط اور تسامحات کی تصحیح کی۔ جزاهم الله خيرًا فى الدنيا والآخرة .

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مؤلف (رحمہ اللہ)، مترجم اور معاونین و ناشرین کے لیے صدقہ جاریہ اور ہمارے معاشرے کے بگڑے ہوئے دلوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ مزید آنکہ یہ کتاب؛ والدین کی قدر اور خدمت کے جذبے کو ہمارے مسلم معاشرے کے نوجوانوں کے ذہنوں میں پروان چڑھانے اور انہیں بحیثیت اولاد اپنی ذمہ داری کا احساس دلانے میں معاون بنے۔ آمین۔

العبد الآثم

ابوالحسن امان اللہ عاصم

[شیخوپورہ]

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کے مختصر حالاتِ زندگی

نام ونسب:

سلسلۂ نسب یوں ہے: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ، ان کا اصلی نام محمد اور کنیت ابوعبداللہ ہے، ان کے جد اعلیٰ بردزبہ فارس کے رہنے والے اور مذہباً مجوسی تھے۔

امام صاحب کے جد امجد مغیرہ پہلے شخص ہیں، جو اس خاندان میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔مغیرہ چونکہ امیر بخارا ایمان جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے، اس لیے جعفی مشہور ہوگئے، اور یہ لقب نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا امام صاحب تک پہنچا، اس بنا پر امام صاحب جعفی کے لقب سے مشہور ہیں۔ [1]

والد گرامی کا تعارف:

امام صاحب کے والد اسماعیل چوتھے طبقہ کے معتبر محدثین میں شمار کیے جاتے ہیں، اسماعیل کی ثقاہت اور مرتبہ کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام مالک اور حماد جیسے محدثین کی انھوں نے شاگردی اختیار کی اور ابن مبارک جیسے شیوخ کی صحبت میں مدتوں رہے، اہل عراق نے اکثر حدیثیں ان سے روایت کی ہیں، خود امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے والد گرامی کے فضل وکمال پر فخر کیا ہے۔ [2]

آپ رحمہ اللہ عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ چنانچہ موت کے وقت آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اپنے مال کے اندر ایک درہم بھی حرام کا نہیں پاتا اور کوئی درہم مال میں مشتبہ نہیں۔ [3]

والدہ ماجدہ:

امام بخاری رحمہ اللہ کے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ رحمہ اللہ کی پرورش اور تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ پر آ گئی۔ آپ رحمہ اللہ کی والدہ نہایت دیندار، صوم وصلاۃ کی پابند اور شب بیدار خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی پرورش اور تربیت کا ایسا حق ادا کیا کہ بیٹے نے دین کی خدمت میں وہ مقام

1. مقدمہ فتح الباری، ص: 478، کتاب الانساب، ورق: 132، تاریخ بغداد: 11/2.
2. مقدمہ فتح الباری، ص: 478.
3. مقدمہ فتح الباری، ص: 479.

حاصل کرلیا کہ قیام قیامت تک ان کے بیٹے (امام بخاری رحمہ اللہ) کا نام حدیث رسول کے ساتھ جڑ گیا۔ بلاشبہ یہ عظیم سعادت ہے۔

حلیہ:

امام صاحب کا جسم دبلا، پتلا، قد میانہ اور رنگ گندمی تھا۔ ❶

جائے پیدائش:

امام صاحب کا اصلی وطن بخارا ہے، بخارا قدیم جغرافیہ میں اقلیم پنجم کے صوبہ ماوراء النہر کا ایک جلیل القدر شہر سمجھا جاتا تھا❷ لیکن جدید جغرافیہ کے رو سے ایشیائی ترکستان میں واقع ہے اس کی پشت پر سمرقند، داہنی طرف تاشقند، بائیں طرف صحرائے کراکورم اور سامنے صحرائے قزل خورم ہے، دوسری صدی کے اواخر میں (جب بخارا کو امام صاحب کی پیدائش کا شرف حاصل ہوا) خلفائے عباسیہ کے زیر حکومت تھا اور مقامی انتظام کے لیے دربار خلافت کی طرف سے ایک گورنر رہا کرتا تھا۔

ولادت:

امام صاحب شوال کی تیرہویں تاریخ، جمعہ کے دن 194ھ میں پیدا ہوئے۔ ابھی کھیل کود کے دن ختم نہیں ہوئے تھے کہ ان کے والد اسماعیل ان کو ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے گئے تو ان کی والدہ انھیں اور ان کے بڑے بھائی احمد کو لے کر بخارا سے مکہ معظّمہ چلی آئیں۔ ❸

ابتدائی تعلیم:

امام صاحب نے وہیں نشو ونما پائی اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم میں علم فقہ پر توجہ کی اور امام وکیع اور امام ابن مبارک جیسے اساتذۂ فن کی تصانیف کا مطالعہ کیا، پندرہ برس کی عمر میں فقہ کی تعلیم سے فارغ ہوگئے تو علم حدیث مقدس فن کی جانب متوجہ ہوئے۔ ❹

بچپن کے حالات زندگی:

بچپن میں ہی امام بخاری رحمہ اللہ کی بینائی جاتی رہی۔ آپ رحمہ اللہ کی والدہ نے بہت دعائیں کیں کہ میرے

---

❶ تذكرة الحفاظ : 125/2، تهذيب : 48/9.

❷ معجم البلدان : 81/2، 82، تاريخ ابن خلكان : 232/3.

❸ مقدمه فتح البارى، ص: 478.

❹ ايضاً، ص: 479، طبقات الشافعيه الكبرىٰ : 4/2، 5، تذكرة الحفاظ : 134/2.

بچے کی بینائی واپس آ جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ خواب میں والدہ نے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی والدہ کو خوشخبری دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی بینائی واپس لوٹا دی ہے۔ صبح ہوئی؛ دیکھا تو بیٹے کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ ❶

علامہ سبکی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ کی بینائی دو مرتبہ ضائع ہوئی۔ ایک مرتبہ بچپن میں؛ جو آپ کی والدہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے لوٹا دی اور دوسری مرتبہ طلب علم کے لیے دھوپ اور شدتِ گرمی میں سفر کرنے کی وجہ سے نظر جاتی رہی۔ گل فطمی کا سر پر ضماد کرنے سے بینائی پلٹ آئی تھی۔ ❷

اساتذہ وشیوخ:

یہ بات مسلم ہے کہ امام صاحب کے فن حدیث کا فضل وکمال اسحاق بن راہویہ اور علی بن المدینی کے فیضان تعلیم کا زیادہ ممنون ہے۔ ان محدثین کے علاوہ امام صاحب کے شیوخ میں مختلف درجہ اور مختلف طبقے کی جماعتیں شامل تھیں، مثلاً:

1: تبع تابعین جیسے محمد بن عبداللہ انصاری اور ابو عاصم النبیل۔

2: تبع تابعین کے معاصر، مگر کسی ثقہ تابعی سے انھوں نے حدیث کی روایت نہیں کی جیسے آدم بن ایاس۔

3: تبع تابعین سے جن لوگوں کو اخذ حدیث کا موقع ملا، جیسے قتیبہ بن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین۔ ❸

4: ہم درس طلبہ جیسے محمد بن یحییٰ ذہلی، ابو حاتم رازی اور محمد بن عبدالرحیم صاعقہ۔

5: امام صاحب کے معاصرین جیسے عبداللہ بن حماد آملی اور عبداللہ بن ابی العاص خوارزمی۔ ❹

امام صاحب کے شوق علم کا یہ حال تھا کہ بغداد، بصرہ، خراسان، کوفہ، خوارزم، حجاز اور شام میں اس وقت کوئی محدث ایسا نہ تھا، جس سے امام صاحب نے کچھ نہ کچھ اخذ نہ کیا ہو، ❺ آپ کے شیوخ کی مجموعی تعداد ایک ہزار اسی (1080) ہے جس میں پہلے قسم کے محدثین کا حصہ زیادہ ہے۔ ❻

❶ مقدمه فتح الباری، ص: 478، سیر اعلام النبلاء: 392/12.

❷ سیرة البخاری، ص: 54. ❸ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان محدثین سے روایت کی ہے۔

❹ مقدمه فتح الباری: 479 و 480.

❺ تذکرة الحفاظ: 134/2، طبقات الشافعیه: 3/2.

❻ مقدمه فتح الباری، ص: 479.

ذہانت و فطانت:

امام صاحب فطرۃً نہایت قوی الحافظہ تھے۔ استاذ سے جو حدیث سنتے فوراً زبانی یاد کر لیتے، ابتدا میں کتابت حدیث کے سخت خلاف تھے، ان کا قول تھا کہ:

''کتابت سے انسان کی فطری قابلیت کم ہوجاتی ہے اور محض کتابوں پر اعتماد کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔'' ❶

لیکن آگے چل کر جب ضروریات زمانہ متقاضی ہوئے تو ان کو اپنی رائے بدلنی پڑی۔

وسعت علم اور قوت حافظہ کی شہرت:

امام صاحب کے وسعت علم اور قوتِ حافظہ کی شہرت دُور دُور تک پہنچ چکی تھی، حفظ حدیث میں ان کا پایہ اس قدر بلند تھا کہ بڑے بڑے محدثین مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اس لیے ان کی قوت حافظہ کا عام طور پر بڑے محدثین مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اس لیے ان کی تیزی ذہن اور قوت حافظہ کا عام طور پر اعتراف کیا جاتا تھا، ان کے زمانہ کے وہ علما جن کے گردوپیش ایک بڑی جماعت تلامذہ کی رہتی تھی اور جو فضل وکمال کے لحاظ سے خود امام فن کی حیثیت رکھتے تھے، ان کے کسی مجموعۂ حدیث کو امام صاحب صحیح تسلیم کرتے، تو وہ فخریہ لہجہ میں کہتے کہ:

''ہماری ان حدیثوں کو محمد بن اسماعیل بخاری نے صحیح تسلیم کیا۔'' ❷

فراغت کے بعد اس شہرت نے وہ ترقی حاصل کی کہ دور دور سے لوگ سماع حدیث کی غرض سے حاضر ہونے لگے، ائمہ حدیث درس دیتے ہوئے امام صاحب کو اپنی مسند خاص پر جگہ دیتے۔ ❸

یوسف بن موسیٰ مروزی کا بیان ہے کہ ایک دن کسی شخص کو گلیوں میں پکارتے ہوئے سنا کہ ''اے قدردان علم! ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل آج کل بصرہ میں تشریف فرما ہیں، جو شخص ان کی زیارت کا مشتاق ہو، جامع مسجد میں حاضر ہو'' یہ صدا سنتے ہی میں جامع مسجد میں حاضر ہوا، مسجد میں اس وقت بہت سے علما جمع تھے، ایک ادھیڑ عمر شخص ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، معلوم ہوا کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری یہی ہیں، نماز سے فارغ ہو کر علما کی طرف متوجہ ہوئے، حاضرین نے درخواست کی، آج حدیث کے متعلق خطبہ دیں، امام صاحب نے منظور فرمایا، شہر میں اعلان کر دیا گیا کہ فلاں وقت امام صاحب بیان فرمائیں گے، لوگ جوق در جوق مسجد میں جمع ہونے لگے،

❶ مقدمه فتح الباری، ص: 487.

❷ مقدمه فتح الباری، ص: 483، 484.

❸ تاریخ بغداد: 21/2.

جب حاضرین کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی تو امام صاحب کھڑے ہوئے اور یوں بیان کرنا شروع کیا، کہ اے علمائے بصرہ! آج میں تمھارے سامنے وہ حدیث پیش کروں گا جن کے راوی تمھارے شہر بصرہ کے رہنے والے ہیں، مگر تم کو ان کی خبر نہیں، اس کے بعد انھوں نے جتنی حدیثیں بیان کیں، سب کے رواۃ اہل بصرہ تھے۔ ❶

امام صاحب کی وسعت معلومات اور معرفت حدیث کو دیکھ کر اکثر علما کہا کرتے تھے کہ:

"انما هو آية من آيات الله تمشي على وجه الارض ما خلق إلا للحديث......"

''امام بخاری اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں صرف حدیث ہی کے لیے پیدا کیا۔''

تحصیل علم کے لیے سفر:

امام صاحب نے تحصیل علم کے لیے دور دراز مقامات کے سفر کیے، مصر و شام میں استفادۂ حدیث کی غرض سے دوبارہ گئے، حجاز میں متواتر چھ سال تک قیام کیا، کوفہ و بغداد علماء کا مسکن تھا، بار بار آیا کرتے، بصرہ میں چار بار گئے اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک قیام کیا، ایام حج میں مکہ معظّمہ چلے جاتے اور فراغت کے بعد پھر بصرہ چلے آئے، ❷ ان تمام سفروں میں نیشاپور کا سفر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

نیشاپور کا سفر:

نیشاپور اس زمانے میں علم حدیث کا مرکز تھا، امام مسلم بن حجاج اور ان کے استاذ امام محمد بن یحییٰ ذہلی جیسے محدث اسی کی خاک سے اٹھے تھے اور ان کے علم و فضل نے نیشاپور کو دور دور تک مشہور کر دیا تھا، ایسی حالت میں امام صاحب کا نیشاپور جانا اور بڑے بڑے اساتذہ کی موجودگی میں اپنے فضل و کمال کا سکہ بٹھانا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اور جس پر جوش طریقے سے ان کا خیر مقدم کیا گیا، اس کی تصویر خود امام مسلم نے ان مختصر لفظوں میں کھینچی ہے:

''امام بخاری جب نیشاپور میں تشریف لائے تو اس دھوم دھام سے ان کا استقبال کیا گیا کہ والیان ملک اور سلاطین کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔'' ❸

---

❶ تاریخ بغداد: 15/2، 16.

❷ مقدمه فتح الباری، ص: 479، تاریخ بغداد: 4/2، 5.

❸ مقدمه فتح الباری، ص: 491.

امام مسلم کا یہ حال تھا کہ امام صاحب کی روزانہ مجلس کبھی ان سے خالی نہیں ہوتی تھی، ایک دن امام صاحب کی جامعیت اور تبحر علمی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بے اختیار پیشانی کا بوسہ لے لیا اور جوش میں آ کر کہا:

"دعني أقبل رجليك يا أمير المومنين في الحديث ." ❶

''اے ملک حدیث کے بادشاہ! مجھے اجازت دیجیے کہ میں قدم بوسی کا شرف حاصل کروں۔''

ایک دن امام ذہلی نے اپنی مجلس میں کہا: میں کل محمد بن اسماعیل بخاری کی ملاقات کو جاؤں گا جس شخص کا جی چاہے میرے ساتھ چلے'' ساتھ ہی امام ذہلی کو یہ خیال ہوا کہ امام بخاری کی بدولت میری درسگاہ میں جو بے رونقی چھا گئی ہے، اس کا اثر میرے طلبہ پر بھی پڑا ہے، اس لیے میرے ساتھیوں میں سے کوئی طالب علم ایسی بات نہ پوچھ بیٹھے، جس کی بدولت مجھ میں اور محمد بن اسماعیل میں رنجش ہو جائے، اس لیے اپنے ہمراہیوں کو تاکید کر دی کہ امام بخاری سے اختلافی مسائل کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے۔ ❷

چنانچہ دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام صاحب کے یہاں پہنچے، اتفاقاً وہی صورت پیش آ گئی جس کا انھیں خوف تھا، ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا کہ یا أبا عبد الله! قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں، کیا وہ مخلوق ہیں؟ اس کے الفاظ یہ تھے: "لفظي بالقرآن مخلوق؟ "

......امام صاحب ساکت رہے۔ پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا، امام صاحب نے مجبوراً جواب دیا:

"القرآن كلام الله غير مخلوق، و لفظي بالقرآن ألفاظنا، وألفاظنا من افعالنا، وأفعالنا مخلوقة ." ❸

''قرآن کلام الٰہی اور غیر مخلوق ہے، اور جو الفاظ ہماری زبانوں سے نکلتے ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں، اور ہمارے الفاظ ہماری زبان کی ایک حرکت ہے اس لیے ہمارا ایک فعل ہے اور افعال مخلوق ہیں۔''

امام مسلم کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنی مجلس میں منادی کرادی کہ ''جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس میں شریک نہ ہو۔'' تو سخت برآشفتہ ہوئے اور وہ تمام نوشتے پھینک دیئے جن میں امام ذہلی کی تقریریں قلمبند کی تھیں۔ ❹

---

❶ ایضاً ، تاریخ بغداد : 30/2، طبقات الشافعیه : 11/2 .

❷ مقدمه فتح الباری، ص: 491.

❸ مقدمه فتح الباری، ص: 491.

❹ مقدمه فتح الباری، ص: 491، 492.

جب یہ اختلاف ایک نازک حد تک پہنچ گیا تو امام صاحب نیشاپور کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن مالوف بخارا کو روانہ ہوئے، اہل بخارا کو جب اطلاع ملی کہ ان کا ہم وطن عظیم محدث کمال شہرت کے خلعت سے آراستہ ہو کر پھر اپنے وطن مالوف کو واپس لوٹ رہا ہے تو جوش مسرت میں استقبال کے لیے بڑھے، شہر سے دو کوس کے فاصلہ پر امرائے شہر نے خیر مقدم کیا اور درہم و دینار نثار کرتے ہوئے شہر میں لائے۔ ❶

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک:

امام بخاری رحمہ اللہ کسی امام کے مقلد نہیں تھے بلکہ متبع سنت، مجتہد مطلق تھے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سچی بات یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ مجتہد تھے۔ ❷

غیبت سے اجتناب:

امام صاحب فرماتے ہیں: جب سے غیبت کا حرام ہونا میرے علم آیا ہے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ علامہ ابن منیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام بخاریؒ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کسی کی غیبت کا حساب نہیں لے گا کیونکہ میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ ❸

تلامذہ:

امام صاحب کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا، اسلامی دنیا کے ہر حصہ سے طلبہ کی جماعت جوق در جوق آ کر شریک ہوتی اور بڑے بڑے پایہ کے اشخاص حلقہ تلامذہ میں شامل ہیں، شاگردوں میں حافظ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، ابوعبدالرحمٰن نسائی، مسلم بن حجاج جیسے جید محدث نظر آتے تھے جو حدیث کے ارکان ستہ کے تین جلیل القدر رکن ہیں، ابن خزیمہ، محمد بن نصر مروزی اور صالح بن محمد امام صاحب کے شاگردوں میں داخل ہیں۔ ❹

تصانیف:

امام صاحب کو زمانہ تحصیل علم ہی میں تصنیف و تالیف کا شوق ہوا اور آخر عمر تک قائم رہا، ان کی ابھی اٹھارہ برس کی عمر تھی، جب ''قضایائے صحابہ وتابعین'' نامی کتاب لکھی ❺ اور بڑے بڑے مشائخ کو متحیر کر دیا۔

تاریخ کبیر، مدینہ منورہ کی چاندنی راتوں میں تصنیف کی، جب آسمان کی منور اور قدرتی قندیل نے دنیا کے

---

❶ ایضاً، ص: 494.   ❷ فیض الباری : 336/1.

❸ مقدمه فتح الباری، ص : 480، تاریخ بغداد : 13/2.

❹ مقدمه فتح الباری، ص: 493.   ❺ تاریخ بغداد : 7/2.

مصنوعی چراغوں سے مستغنی کر دیا تھا۔ ❶

تصانیف کی مجمل فہرست یہ ہے:

1: الجامع الصحيح	2: التاريخ الكبير	3: التاريخ الاوسط
4: التاريخ الصغير	5: خلق أفعال العباد	6: جزء رفع اليدين
7: جزء القرأة	8: الادب المفرد	9: كتاب الضعفاء
10: الجامع الكبير	11: التفسير الكبير	12: كتاب الأشربة
13: كتاب الهبة	14: كتاب المبسوط	15: كتاب الكنٰى
16: كتاب العلل	17: كتاب الفوائد	18: كتاب المناقب
19: أسامى الصحابه	20: كتاب الواحدان	21: قضايا الصحابة .

22: بر الوالدين (جو اس وقت زیورِ طباعت ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔)

ثناء العلماء:

محمد بن بشار بندار رحمہ اللہ نے کہا: بخاری سیّد الفقہاء تھے۔

ابو مصعب رحمہ اللہ تو آپ کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی "أ فقــه و أبصــر" یعنی بڑا فقیہ اور صاحب بصیرت کہتے ہیں۔

نعیم بن حماد اور یعقوب بن ابراہیم الدورقی نے آپ کو "فقيه الامة" کہا ہے۔

اور امام اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ حسن بصری رحمہ اللہ کے دَور میں ہوتے تو بھی لوگ انہی کی معرفت بالحدیث اور تفقہ کے محتاج ہوتے۔ ❷

امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خراسان میں امام بخاری رحمہ اللہ سے بڑا کوئی حافظ حدیث پیدا نہیں ہوا۔ ❸

امام ابو بکر بن محمد اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آسمان کی چھت کے نیچے امام بخاری رحمہ اللہ سے بڑھ کر

---

❶ ایضاً.

❷ تهذيب التهذيب : 43/9، 44 .

❸ مقدمه فتح البارى، ص : 484 .

حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کا کوئی اور بڑا عالم نہیں ہے۔ [1]

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اسانید اور علل حدیث کا امام بخاری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ [2]

حاشد بن اسماعیل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی آمد کے متعلق سنا، جب وہ تشریف لائے تو محمد بن بشار رحمہ اللہ نے کہا آج فقہاء کا سردار آیا ہے۔ [3]

جلاوطنی:

بخارا میں امام صاحب نے ایک مدت تک آرام وراحت سے زندگی بسر کی لیکن آخر میں اپنی غیور اور خودار طبیعت کی بدولت مصیبت میں مبتلا ہوگئے، شاہ بخارا نے حکم دیا کہ بخارا سے فوراً نکل جائیں۔

امام صاحب کے بعض رشتہ دار سمرقند کے ایک چھوٹے سے قریہ خرتنگ میں رہتے تھے، امام صاحب بخارا سے نکل کر وہیں چلے آئے اور آخر عمر تک وہیں رہے، جلاوطنی کا انھیں سخت افسوس تھا، وفورغم میں بے اختیارانہ زبان سے نکل جاتا، کہ الٰہی باوجود وسعت کے زمین میرے لیے تنگ ہوگئی ہے، اس لیے اب مجھ کو اٹھالے۔ [4]

وفات:

عجیب اتفاق ہے کہ یہ دعا ایسی مقبول ہوئی کہ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے دنیا سے اٹھالیا، [5] رمضان المبارک ختم ہوا، چاند رات میں دوشنبہ یعنی پیر کے دن وفات پائی اور عید کے دن ظہر کی نماز کے بعد تجہیز وتکفین ہوئی۔ إنَّا للّٰہِ وإِا إلیه راجعون .

وکتبہ
حافظ حامد محمود الخضری
مدیر: انصار السنہ پبلی کیشنز، لاہور

---

1. مقدمه فتح الباری، ص: 485.
2. مقدمه فتح الباری، ص: 485.
3. مقدمه فتح الباری، ص: 483.
4. تاریخ بغداد: 24/2، مقدمه فتح الباری، ص: 494، تهذیب التهذیب: 52/9.
5. ایضاً.

کتاب کی مصنف کی طرف نسبت کی توثیق

''بِرُّ الْوَالِدَین'' (والدین کے ساتھ حسن سلوک) رئیس المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف اس کتاب کی نسبت کی توثیق مختلف پہلوؤں سے ثابت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے متعدد علماء و محدثین نے اپنی اسناد کے ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ تک اپنی متصل سند کے ساتھ اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

متعدد ائمہ کرام اور محدثین رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں اس کتاب کو امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف بالجزم منسوب کر کے اس کی مرویات کو بیان کیا اور ان سے استدلال کیا ہے۔ اسی طرح متعدد معتبر و معروف ائمہ حدیث، علماء اسماء الرجال اور مؤرخین رحمہم اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے ترجمہ و سوانح میں آپ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے بالجزم اس کتاب کو امام بخاری رحمہ اللہ کی تصانیف میں شمار کیا ہے۔

❁:...... صحیح البخاری کی عظیم الشان شرح ''فتح الباری'' کے مؤلف، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَمِن تَصَانِیفِه أَیضًا الأَدَبُ المُفرَدُ یَروِیهِ عَنهُ أَحمَدُ بنُ مُحَمَّد بن الجَلِیل ...... بِالجِیم ...... البَزَّار وَرفع الیَدَینِ فِی الصَّلَاة وَالقِرَاءَة خَلفَ الإِمَام یَروِیهِمَا عَنهُ مَحمُودُ بنُ إِسحَاق الخُزَاعِیّ وَهُوَ آخِرُ مَن حَدَّثَ عَنهُ بِبخَارىٰ وَ بِرُّ الوَالِدین یَروِیهِ عَنهُ مُحَمَّدُ بنُ دِلُّویه الوَرَّاقُ'' [1]

''آپ رحمہ اللہ کی تصانیف میں ''الادب المفرد'' ہے، جسے امام بخاری رحمہ اللہ سے احمد بن محمد بن جلیل البزار رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ اور ''رفع الیدین فی الصلاۃ'' اور ''القراءۃ خلف الامام'' بھی ہے، ان دونوں کو امام بخاری رحمہ اللہ سے محمود بن اسحاق الخزاعی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور محمود بن اسحاق؛ بخاریٰ میں امام بخاری سے روایت کرنے والے آخری امام ہیں اور ''برالوالدین'' بھی (آپ کی تصانیف میں سے ہے)؛ جسے امام بخاری رحمہ اللہ سے محمد بن دلّویہ الورّاق رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔''

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری: 492/1.

❁:.......صحیح البخاری میں مذکور حدیث نمبر: 1878 [1] کے متن کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:
"تَابَعَهُ مَعمَرٌ وَسُلَيمَانُ بنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهرِيِّ"
''اس حدیث کو ابن شہاب الزہری سے روایت کرنے میں معمر اور سلیمان بن کثیر نے امام سفیان کی متابعت کی ہے۔''

اس کی وضاحت میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"أَمَّا رِوَايَةُ مَعمَرٍ فَوَصَلَهَا المُؤَلِّفُ فِي الفِتَنِ وَأَمَّا مُتَابَعَةُ سُلَيمَانَ بنِ كَثِيرٍ فَوَصَلَهَا المُؤَلِّفُ فِي بِرِّ الوَالِدَينِ لَهُ خَارِجَ الصَّحِيحِ" [2]
''معمر کی روایت کو (صحیح البخاری کے) مؤلف (امام بخاری رحمہ اللہ) نے "الفتن" میں بیان کیا ہے جبکہ سلیمان بن کثیر کی متابعت (والی حدیث) کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ''برالوالدین'' میں ذکر کیا ہے۔ جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی، صحیح البخاری کے علاوہ تصنیف ہے۔''

❁:.......مزید ایک مقام پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''برالوالدین'' کو امام بخاری رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے؛ فرماتے ہیں:
"رواية بكر بن مُضر عَن عَمرو بن الحَارِث فِي الأَدَب المُفرد وبر الوَالِدين للمؤلف" [3]
''بکر بن مضر کی عمرو بن حارث سے بیان کردہ روایت، مصنف (امام بخاری رحمہ اللہ) کی کتاب ''الادب المفرد'' اور ''برالوالدین'' میں مذکور ہے۔''

❁:.......اسی طرح علم اسماء الرجال کے معروف اور مستند امام، علامہ ابوالحجاج المزی رحمہ اللہ، سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ

---

[1] یہ حدیث سند و متن کے ساتھ مکمل اس طرح ہے: "حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ عَبدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا سُفيَانُ حَدَّثَنَا ابنُ شِهَابٍ قَالَ: أَخبَرَنِي عُروَةُ سَمِعتُ أُسَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَشرَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى أُطُمٍ مِن آطَامِ المَدِينَةِ فَقَالَ: هَل تَرَونَ مَا أَرَى إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُم كَمَوَاقِعِ القَطرِ۔ تَابَعَهُ مَعمَرٌ وَسُلَيمَانُ بنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهرِيِّ" [صحيح البخاری، كتاب الحج، باب آطام المدينة، حديث، 1878].

[2] فتح الباری شرح صحيح البخاری، لابن حجر: 95/4۔ حافظ ابن حجر کا اسی طرح کا بیان دوسرے مقام پر بھی مذکور ہے۔ دیکھئے: فتح الباری شرح صحيح البخاری، لابن حجر: 38/1.

[3] فتح الباری شرح صحيح البخاری: 44/1.

کی بیان کردہ حدیث: "سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: لَايَدْخُل الْجَنَّةَ عَاقّ وَلَا مَنَّان وَلَا مُدمِنُ خَمرٍ وَلَا مُكذب بِقَدر" ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"رَوَاهُ البُخَارِيُّ فِي كِتَاب "بِرّالوَالِدَين" عَن سُلَيمَان بنِ عبْدِ الرَّحمٰن۔" ❶

''اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ''برالوالدین'' میں سلیمان بن عبدالرحمٰن کی سند سے بیان کیا ہے۔''

❁:...... امام ابوسعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی المروزی رحمہ اللہ (متوفی: 562ھ) اپنے شیخ ابوحفص عمر بن علی البختری رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فَمِن جُملَةِ مَا سَمِعتُ مِنه: كِتَاب الأَربَعِين لأَبِي القَاسِم بن أبي حرب بِرِوَايته عنه۔ وَكِتَاب بر الوالِدين لأَبِي عبد اللّٰهِ البخاري بِرِوَايَتِه عنِ ابنِ خَلف عَن أَبِي يَعلى المهلبي عَن أَبِي بَكر بنِ دِلُّوَيه عَنه۔" ❷

''میں نے ان سے جو کتب سماعت کی ہیں، ان میں ابوالقاسم بن ابی حرب رحمہ اللہ کی کتاب ''الاربعین'' ہے جسے انہوں نے ابوالقاسم رحمہ اللہ سے روایت کیا اور ابوعبداللہ البخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین'' ہے جسے شیخ ابوحفص عمر بن علی البختری (رحمہ اللہ) نے ابن خلف سے، انہوں نے ابویعلی المہلبی سے، انہوں نے ابوبکر بن دلویہ سے انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔''

❁:...... ابوسعد سمعانی رحمہ اللہ اپنے شیخ، ابوبکر محمد بن احمد بن حسین الخرقی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں بھی بیان کیا ہے:

"وَمِن جُملَةِ مَا سَمِعت مِنه كِتَابَ بِرّ الوَالدينِ لأَبِي عبدِ اللّٰهِ مُحَمّد بنِ إسْمَاعِيل البُخَارِيّ بِروَايَته عَن ابنِ خَلف عَن أَبِي يَعلَى المُهَلبي عَن ابنِ دِلُّوَيه عَنْه." ❸

''میں نے ان سے جن کتب کا سماع کیا ہے ان میں سے: امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین'' ہے، جسے شیخ ابوبکر محمد بن احمد الخرقی (رحمہ اللہ) نے ابن خلف سے، انہوں نے ابویعلی المہلبی سے، انہوں نے ابن دلویہ سے اور انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔''

ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ائمہ ومحدثین کے نزدیک ''برالوالدین'' امام بخاری رحمہ اللہ کی بالجزم، یقینی اور مسلمہ کتاب ہے۔

---

❶ تهذيب الكمال في أسماء الرجال، للمزي: 40/12.

❷ المنتخب من معجم شيوخ السمعاني، لأبي سعد السمعاني، ص: 1174، 1175.

❸ المنتخب من معجم شيوخ السمعاني، لأبي سعد السمعاني، ص: 1359، 1360.

''برالوالدین'' کے مخطوطہ (قلمی نسخہ) کا تعارف

دنیا میں اس وقت امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین'' کے دو مخطوطات (قلمی نسخے) موجود ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1:...... علامہ السید الحافظ عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ کی لائبریری میں موجود مخطوطہ (قلمی نسخہ): جو مراکش کے شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ کم وبیش 30 رسائل کے مجموعہ، مجموعہ نمبر: 452، مشتمل بر 270 اوراق کا ایک حصہ ہے۔ جو ورق نمبر: 144 تا 151 (آٹھ اوراق/سرورق سمیت 14 صفحات) پر مشتمل ہے۔ [1] ہر صفحہ پر تقریبا 20، 21 سطریں ہیں۔

اس مخطوطہ کے آغاز میں کتاب کا عنوان ''کتاب برالوالدین'' مذکور ہے۔ احادیث پر ابواب بندی نہیں ہے۔ البتہ ہر حدیث کا آغاز سرخ روشنائی سے ''حَـدَّثَنَا'' لکھ کر کیا گیا ہے تا کہ ہر حدیث کی ابتدا کا علم ہو سکے۔ یہ مخطوطہ نہایت اعلی، اغلاط سے پاک اور نادر قلمی نسخہ ہے۔ علامہ عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ نے یہ نسخہ سید محمد بن محمد المبارک الحسنی الجزائری الدمشقی رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ [2]

2:...... مرکز بحوث و دراسات الجہاد کا مخطوطہ (قلمی نسخہ): یہ مخطوطہ مرکز بحوث و دراسات الجہاد اللیبی، کی لائبریری میں 1545 نمبر پر موجود ہے۔ البتہ اس مخطوطہ پر کتاب کا کوئی مخصوص عنوان اور مؤلف کا نام مذکور نہیں ہے۔ اس پر عنوان: ''کتاب فی الحدیث '' درج ہے۔ اس کے متعلق، برالوالدین کے محقق، عبدالعاطی محیی الشرقاوی فرماتے ہیں: یہ نسخہ مجھے مل نہیں سکا۔ البتہ اس کے بارے میں جو بیانات سننے میں آئے ہیں ان کی بنیاد پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ، امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین'' کا مخطوطہ ہے۔ کیونکہ اس کے ابتدائی

---

[1] آٹھ اوراق کے صفحات کی تعداد سولہ بنتی ہے لیکن مخطوطہ میں مرقوم احادیث پر مشتمل صفحات کی تعداد تیرہ ہے اور ایک صفحہ سرورق (عنوان) کا ہے۔ اس طرح سے کل چودہ صفحات بنتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجموعہ میں برالوالدین کا مخطوطہ، ورق نمبر: 144 کی دوسری جانب سے شروع ہو کر ورق نمبر: 151 کی پہلی جانب پر ختم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

[2] سید محمد بن محمد المبارک المغربی الجزائری رحمہ اللہ عظیم ادیب اور عالم تھے۔ ان کے حالات زندگی، حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر، میں مذکور ہیں۔ دیکھئے: حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر، للبیطار: ص، 1354]

کلمات علامہ عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ کے نسخہ ''برالوالدین'' کے بالکل موافق ہے۔

البتہ حتمی اور یقینی بات یہی ہے کہ اول الذکر، یعنی علامہ عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ کی لائبریری سے حاصل شدہ مخطوطہ ہی معتبر، مستند، اغلاط سے پاک اور یقینی طور پر امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین'' کا نادر و واحد قلمی نسخہ ہے۔ اس نسخہ کو محمد بن محمد الحسینی الحلبی رحمہ اللہ نے 887ھ میں تحریر کیا تھا۔ جیسا کہ اس مخطوطہ کے آخر میں بھی مذکور ہے۔

ہمارے پیش نظر علامہ عبدالحی الکتانی رحمہ اللہ کا ہی نسخہ (مخطوطہ) ہے، اسی کو ہم نے تحقیق و ترجمہ میں اصل و بنیاد قرار دیا ہے۔ الحمد للّٰه علی ذلك۔

مخطوطہ کا عکس نمبر ①

[سرورق]

مخطوطہ کا عکس نمبر ②

[صفحہ اول]

مخطوطہ کا عکس نمبر ③

[آخری صفحہ]

قلمی نسخہ (مخطوطہ) ''برالوالدین'' کے کاتب کا تعارف

نام ونسب:

آپ کا نام ونسب اس طرح ہے: محمد بن محمد بن علی بن ہاشم بن منصور الحسینی الموسوی الحلبی الحنبلی ہے۔ آپ کی کنیت: ابوبکر اور ابوجعفر ہے۔ آپ کی ولادت 863 ہجری میں ہوئی۔

حصول علم اور علمی خدمات:

علامہ محمد بن محمد الحسینی رحمہ اللہ تقریبا 24 سال کی عمر میں آپ نے کتاب برالوالدین کا قلمی نسخہ تحریر کیا۔ آپ نے مختلف شہروں میں مختلف اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ آپ کے والد گرامی نے حلب میں سکونت اختیار کی۔ آپ بھی ان کے ساتھ تھے۔ آپ نے زندگی کے ابتدائی متعدد سال حلب میں بسر کیے۔

اساتذہ:

علامہ محمد بن محمد الحسینی رحمہ اللہ نے حلب میں احمد بن ابراہیم بن محمد بن خلیل الشیخ موفق الدین ابوذر، المعروف سبط ابن العجمی، [1] الشمّس محمد بن ابراہیم السلامی، جلال ابن النصیبی، العز بن العدیم الحنفی اور علاء بن مفلح الحنبلی وغیرہم سے علم حدیث حاصل کیا۔ جبکہ العلاء الدمشقی، احمد بن سراج اور شہاب بن الصوا، وغیرہم کی ادبی مجالس میں بھی شریک ہوئے۔

اسی طرح آپ نے دمشق، قاہرہ، مکہ مکرمہ اور یمن وغیرہ کے جید علماء ومحدثین سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ میں نمایاں نام (قاہرہ میں) امام بقاعی رحمہ اللہ اور (قاہرہ اور مکہ میں) امام سخاوی رحمہ اللہ کے نام ہیں۔

بحیثیت جج؛ خدمات:

علامہ محمد بن محمد الحسینی رحمہ اللہ 891ھ میں حلب کے جج بھی مقرر ہوئے۔ آپ کی مہر پر ''الحمد للّٰہ مُظهر

---

[1] ان کا مسکن حلب تھا، حلب میں ہی ان کی پیدائش ہوئی اور حلب ہی ان کی جائے وفات اور مدفن ہے۔ ان کے والد گرامی ابوالوفا برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل الحلبی الشافعی رحمہ اللہ کو بھی سبط ابن العجمی کہا جاتا تھا۔[الأعلام، لخير الدين الزركلى : 88/1]

الحق'' مرقوم تھا۔ 895ھ کو آپ جج کے عہدے سے معزول ہوئے۔

وفات:

علامہ محمد بن محمد الحسینی رحمہ اللہ کی تاریخ وفات کا علم نہیں ہوسکا البتہ یہ حقیقت ہے کہ آپ 895ھ تک زندہ تھے۔ آپ نہایت ذہین، فطین اور بلند پایہ ادیب تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بہترین اور سریع الکتابت کاتب تھے۔ [1]

[1] ماخوذ،از: بـرالـوالـدیـن للبخاری، بتحقیق و تخریج بسام بن عبدالکریم الحمزاوی۔ مطبوعه: دارالحدیث الکتانیة بیروت.

''برالوالدین'' کے بنیادی راوی کا تعارف

برالوالدین، کو امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے راوی کا نام محمد بن احمد بن دِلُو یہ الدقاق نیسا پوری رحمہ اللہ ہے۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔

آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ میں ابوعلی احمد بن حفص بن عبداللہ السلمی، ابوالازہر بن منیع، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، محمد بن یزید بن عبداللہ السلمی، محمد بن یحییٰ بن عبداللہ الذہلی اور یحییٰ بن معاذ الرازی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

روایت حدیث میں آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں ابویعلی حمزہ بن عبدالعزیز المہلبی النیسابوری، ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد العلوی الحسنی النیسابوری، عبداللہ بن سعد، ابوعلی حسن بن علی الحافظ، حسن بن محمد بن حبیب النیسابوری، ابونصر منصور بن محمد بن احمد البخاری الحربی، ابوسعید محمد بن عبداللہ بن حمدون التاجر المعدل، ابوزکریا یحییٰ بن اسماعیل الحربی اور محمد بن دینار رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ متعدد علماء شامل ہیں۔

محمد بن احمد بن دِلُو یہ الدقاق نیسا پوری رحمہ اللہ ثقہ اور صدوق راوی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کی وفات جمادی الآخرہ 329ھ میں ہوئی۔ [1]

---

[1] تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والأعلام، للذهبی: 267/24، الإرشاد فی معرفة علماء الحدیث، للخلیلی: 834/3.

''برالوالدین'' کی بعض اسناد

متعدد ائمہ ومحدثین رحمہم اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین'' کو مکمل یا اس کی بعض احادیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جس سے اس کتاب کی اپنے مؤلف کی طرف نسبت اور اس کے بنیادی راوی، امام ابن دِلُّویہ رحمہ اللہ کی توثیق بھی ثابت ہوتی ہے۔ ذیل میں ہم چند ائمہ کرام رحمہم اللہ کی اسناد بیان کرتے ہیں:

امام بیہقی رحمہ اللہ کی سند:

معروف محدث، امام احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخُسرَوجِردی الخراسانی ابوبکر المعروف: امام البیہقی (متوفی: 458ھ) نے اپنے شیخ ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد الحسینی العلوی رحمہ اللہ کے واسطے سے ابن دلویہ رحمہ اللہ کی سند سے ''برالوالدین'' کی پہلی حدیث اپنی سند کے ساتھ بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"حَدَّثَنَا أَبُوالحَسَنِ مُحَمَّدُ بنُ الحُسَينِ بنِ دَاوُدَ الحُسَينِيُّ العَلَوِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ إِملَاءً وأنا أَبُو بَكرِ بنُ مُحَمَّدِ بنِ أَحمَدَ بنِ دَلَّوَيهِ ثنا مُحَمَّدُ بنُ إِسمَاعِيلَ البُخَارِيُّ أنا أَبُو الوَلِيدِ هِشَامُ بنُ عَبدِ المَلِكِ قَالُوا: حَدَّثَنَا شُعبَةُ قَالَ الوَلِيدُ بنُ العَيزَارِ: سَمِعتُ أَبَا عَمرٍو الشَّيبَانِيَّ يَقُولُ: أَخبَرَنِي صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَومَأَ بِيَدِهِ إِلَى دَارِ عَبدِ اللَّهِ قَالَ: سَأَلتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ العَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ لِوَقتِهَا۔ قُلتُ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: بِرُّ الوَالِدَينِ۔ قُلتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ:الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ قَالَ: وَحَدَّثَنِي بِهَذِهِ وَلَو استَزَدتُهُ لَزَادَنِي." [1]

امام ابوالقاسم قوام السنہ رحمہ اللہ کی اسناد:

امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل التیمی القرشی الاصبہانی المعروف قوام السنۃ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب

[1] الآداب، للبيهقي، ص: 5، حديث: 1 (مؤسسة الكتب الثقافية بيروت)۔ الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد على مذهب السلف وأصحاب الحديث(المعروف: الاعتقاد)، للبيهقي، ص: 249 (دار الآفاق الجديدة بيروت)۔ السنن الكبرىٰ، للبيهقي: 304/2، حديث، 3165 (دار الكتب العلمية بيروت)

''الترغیب والترھیب'' میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ''برالوالدین'' سے احادیث، بعینہ اسناد کے ساتھ بیان کی ہیں۔ ''برالوالدین'' میں مذکور حدیث نمبر: 14، کو اسی سند اور اسی متن کے ساتھ بیان کیا ہے:

پہلی سند:

"أَخبَرنَا مُحَمّد بنُ إسمَاعِيل التفلَيسِي ثَنا حَمزَةُ بنُ عبدالعَزِيزِ ثَنا مُحَمّد بنُ أحَمدَ بنِ دِلُّويَه ثَنا مُحَمّد بنُ إسماعِيلَ ثَنا أَبُو نُعَيم ثَنا سُفيَان عَن عَطَاء بْنِ السَّائبِ عَن أبِيه أنّهُ سَمِعَ عَبدَاللَّهِ بنَ عَمْرو بنِ العَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَال: جَاء رَجُلٌ إلى رَسُولِ اللَّه صَلّى اللَّه عَليهِ وَسلَّم فقَال: إنِّى أتَيتُكَ أُبَايِعُكَ عَلى الهِجْرَةِ وَتركتُ أَبوَىَّ يَبكيَانِ۔ قَال: ارْجِع إليهِمَا فَأضحِكهُما كَمَا أبكيتَهُمَا." ❶

دوسری سند:

اسی طرح ''برالوالدین'' میں مذکور حدیث نمبر: 20 کو اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

"أخْبرَنَا مُحَمّد بنُ إسمَاعِيلَ أنبأ حَمْزةُ بنُ عَبدِالعزيزِ أنبأ مُحَمّد بنُ أحمَدَ بنِ دِلُّويه ثَنَا مُحَمد بنُ إسمَاعِيل البُخَارِى ثَنا قُبَيصةُ بنُ عقبَة ثَنا سُفيَانُ عَن سُهيل بنِ أَبى صَالح عَن أَبِيه عَن أبِى هُرَيرَةَ رَضِيَ اللَّه عَنْهُ عَنِ النَّبى صَلَّى اللَّه عَلَيهِ وَسلَّمَ۔ قَالَ: لاَ يُجزِى وَلدٌ وَالِدَه إلَّا أن يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشتَرِيهِ فَيُعتِقَهُ" ❷

تیسری سند:

اسی طرح ''برالوالدین'' میں مذکور حدیث نمبر: 34 کو اسی سند اور انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

"أخْبَرنَا مُحَمَّدُ بنُ إسمَاعِيلَ التفلَيسى أنبأ حَمزَةُ بنُ عبدِالعزِيز المُهَلبى أنبأ مُحَمَّدُ بنُ أحمَد بن دِلّوَيه الدّقَاق ثَنا مُحمَّد بنُ إسمَاعِيل البُخَارِيُّ ثَنَا سُلَيْمَانَ بنَ عبدِالرَّحمنِ الدمِشْقِيُّ ثَنا سُلَيمَان بنُ عُتبَة قَال: سَمِعتُ يُونس بنَ مَيسَرةَ بنِ حلبس عَن أبِى إدرِيس الخَولانِى عَن أَبِى الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّه عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ

❶ الترغيب والترهيب: 276/1، حديث: 434، مطبوعة: دارالحديث قاهره.

❷ الترغيب والترهيب: 282/1، حديث، 452۔ مطبوعة: دارالحديث قاهره.

صَـلَّـى الـلَّـه عَـلَيـهِ وَسـلَّمَ قَال: لَا يَدْخُل الجَنَّةَ عَاقٌّ وَلا مُدْمِنُ خَمر وَلَا مُكذّبُ بِالقَدر'' ❶

امام صلاح الدین العلائی رحمہ اللہ کی سند:

امام صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی بن عبد اللہ الدمشقی العلائی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین''، مکمل کتاب کو سماعت کرنے والے امام ہیں۔ وہ اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں:

''قَرأتُه عَلَى أَبِى عبدِ اللّه مُحَمد بنِ أحمَد بنِ أَبِى الهيجَاء الصَّالِحى وَ أنا بِهِ عَن أَبِى الحَسنِ عَلى بنُ يُوسفَ الصُّورى سمَاعًا عَلَيهِ قَال: أخبَرتَنَا أُمُّ المُؤيد زَينبُ ابنَةُ عَبدِ الرَّحمٰنِ بن الحَسَن الشَّعرى قَالَت: أنا أَبُو حَفص عُمر وَأختُه عَائِشَة ......ابنَا أحمَد بنِ مَنصُورِ الصّفار...... قَالا: أنا أَبو بَكرِ أحمَد بنُ عَلى بنِ خَلف وَقَالت عَائِشَةُ أيضًا: أنا أَبُو بكر مُحَمّد بن إسمَاعِيل التفلَيسى قَالا: أَنَا أَبُو يَعلى حَمزة بن عبدِ العزِيز المُهلبى أنا أَبُو بكر مُحمَّد بنُ أحمَد بن دِلُّوَيه الدّقَاق أنا البُخَارِىُّ رَحِمَهُ اللَّه . . . . . ـ'' ❷

''یعنی: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''برالوالدین'' اپنے شیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن أبی الھیجاء الصالحی رحمہ اللہ کے سامنے قرأت کی۔ انہوں نے یہ کتاب ابوالحسن علی بن یوسف الصوری سے سماعت کر کے بیان کی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے یہ کتاب ام المؤید زینب بنت عبدالرحمٰن بن الحسن الشعری نے بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں احمد بن منصور الصفار رحمہ اللہ کے بیٹے) ابوحفص عمر اور (احمد بن منصور الصفار رحمہ اللہ کی بیٹی) ابوحفص عمر کی بہن عائشہ (دونوں) نے بیان کیا کہ ہمیں ابوبکر احمد بن علی بن خلف نے بیان کیا۔ انہوں نے اور ان کی طرح عائشہ بنت احمد بن منصور نے بھی کہا کہ ہمیں ابوبکر محمد بن اسماعیل التفلیسی نے بھی بیان کیا، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں ابو یعلی حمزہ بن عبدالعزیز المھلبی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں ابوبکر محمد بن احمد بن دلویہ الدقاق نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہمیں امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا۔''

❶ الترغيب والترهيب: 289/1، حديث، 463۔ مطبوعة: دارالحديث قاهره.

❷ إثارة الفوائد المجموعة فى الإشارة إلى الفرائد المسموعة، لصلاح الدين العلائى: 137/1.

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی اسناد:

صحیح البخاری کے عظیم شارح، الامام، الحافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ''برالوالدین'' کو روایت کرنے میں اپنی تین اسناد بیان کی ہیں۔

پہلی سند:

"قَرأتُه عَلى أبِى الحَسن عَلىّ بن مُحَمَّد بن أبى المَجد بِالقَاهِرَةِ و عَلى أم الحسن فَاطِمَة بنت المنجا بِدِمَشق كِلَاهُمَا عَن أبى عبد اللّه مُحَمَّد بن أَحمَد بنِ أبِى الهيجاء بن الزراد أَنبأَنَا عَلىّ بن يُوسُف الصُّورِى قَالَ قرئَ على زَينَب بنت عبد الرَّحمَن الشعرى وَأَنا أسمع أَنبأَنَا عمر وَعَائشَة ابنا أَحمد بن مَنصُور الصفار قَالَ عمر أَنبأَنَا أَبُو بكر أَحمد بن عَلىّ بنِ خَلف وَقَالَت عَائِشَة أَنبأَنَا مُحَمَّد بن إِسمَاعِيل التفليسى قَالَا أَنبأَنَا أَبُو عَلىّ حَمزَة بن عبد العَزِيز المهلبى أَنبأَنَا أَبُو بكر مُحَمَّد بن أَحمد بن دلويه أَنبأَنَا مُحَمَّد بن إِسمَاعِيل البُخَارِىّ بِهِ۔

دوسری سند:

وبِإجَازَة فَاطِمَة مِن سُلَيمَان بن حَمزَة بن أَبِى عُمر مِن عُمر بنِ كَرم بنِ أَبِى الحَسن بإجَازَته مِن عُمر بن أَحمد الصفار بِهِ۔ ۔ ۔ ۔

تیسری سند:

وَ بِإجَازَةِ أَبِى الحسن بنِ أَبِى المَجدِ مِن يَحيَى بنِ مُحَمَّد ابنِ سَعد عَن عَبدالخَالِق بن أَنجَب بإجَازَتِه مِن عبدالخَالِق ابن زَاهِر بن طَاهِر بِسَمَاعِهِ من التفليسى بِهِ۔ ۔ ۔ ۔[1]

---

[1] المعجم المفهرس أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة والأجزاء المنثورة، لابن حجر العسقلانى: ص: 83، 84، رقم السند: 231.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَخبَرَنَا أَبُو يَعلى حَمْزَةُ بنُ عَبدِالعَزِيزِ المُهَلَّبِيُّ، أَخبرنَا أَبُو بكر مُحَمّد بنُ أحمَدَ بنِ دِلُّوَيه الدقَّاق رَحِمَهُ اللَّهُ فِي بهُور [1] سَنة 328، حَدَّثَنا مُحَمّدُ بنُ إسمَاعِيلَ البُخَارِيُّ أَبُو عَبدِ اللّٰهِ الجُعفِيُّ، قَالَ:

''ہمیں ابویعلی حمزہ بن عبدالعزیز المہلبی نے بیان کیا انہوں نے کہا: ہمیں ابوبکر محمد بن احمد بن دلویہ الدقاق نے 328ھ کے وسطی ایام میں بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی رحمہ اللہ نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا:

والدین کی خدمت، عظیم ترین عمل ہے

[1]...... حَدثنا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعَيْزَارِ:[قال] سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ، يَقُولُ: أَخبَرَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ، ...... وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ -يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ- رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ...... قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى؟ قَالَ: ((الصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا)) قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ((الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ، فَلَو اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي.

تخریج الحدیث صحيح البخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حديث: 527، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب كون الايمان بالله تعالىٰ أفضل الاعمال، حديث: 85، سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی بر الوالدين (باب منه)، حديث: 1898، الأدب المفرد، للبخاری، حديث، 1، مسند أبی داؤد الطيالسی: 298/1، حديث: 370.

ترجمۃ الحدیث ابوعمرو سعد بن ایاس الشیبانی رحمہ اللہ نے ...... اپنے ہاتھ سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا (اور)......فرمایا: ہمیں اس گھر کے مالک نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] مخطوط میں ''بھُور'' ہی معلوم ہوتا ہے اور الشیخ حسین سلیم اسد الدارانی نے بھی ''بھُور'' ہی نقل کیا ہے۔ البتہ دیگر محققین نے اسے ''شھُور'' لکھا ہے لیکن ہم نے مخطوط کے مطابق درج کیا ہے۔

پوچھا: اللہ تعالیٰ کے ہاں کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو اس کے اول وقت پر ادا کرنا۔ میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بیان کردیا۔ اگر میں مزید پوچھتا تو آپ مزید بیان فرماتے۔

شرح الحدیث

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اہم ترین امور کا تذکرہ کیا ہے۔

1:...... بروقت نماز پڑھنا

2:...... والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

3:...... اللہ کی راہ میں جہاد کرنا

اگرچہ کتاب کے عنوان کی نسبت سے ان میں سے ''والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا'' یہاں زیادہ اہم ہے۔ لیکن دوسرے دونوں امور کے متعلق بھی وضاحت کرنا ضروری اور مفید ہے۔

بروقت نماز پڑھنا:

نماز اسلام کے بنیادی اعمال میں سب سے اہم اور افضل عمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بُـنِـيَ الإِسلامُ عَلَى خَمسٍ: شَهَادَةِ أَن لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلاَةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالحَجِّ وَصَومِ رَمَضَانَ .)) [1]

''اسلام کو پانچ چیزوں پر استوار کیا گیا ہے: ① یہ گواہی کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز کی پابندی۔ ③ زکاۃ کی ادائیگی۔ ④ حج۔ ⑤ رمضان کے روزے۔''

یعنی مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلا عملی فریضہ نماز کی بروقت ادائیگی ہے۔ نماز، دن اور رات میں پانچ مرتبہ ادا کرنا فرض ہے۔ یہ ایسا فرض ہے جس کے بارے میں روز قیامت سب سے پہلے پوچھا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی بني الإسلام على خمس، حدیث: 8، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب أركان الإسلام و دعائمه العظام، حدیث: 16.

((إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ العَبدُ يومَ القِيَامَةِ مِن عَمَلِهِ صَلاتُهُ.)) ❶

''یقیناً روز قیامت انسان کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔''

جو شخص نماز کے حساب میں کامیاب ہوگیا وہ دیگر امور میں بھی کامیاب و کامران ٹھہرے گا۔ اگر اسی میں ناکام ہوگیا تو ناکام اور خائب و خاسر ہوگا۔ ایسے شخص کا ابدی و دائمی ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جہنم میں جانے والے بدبختوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو نماز نہیں پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنتیوں اور جہنمیوں کا مکالمہ بیان کیا ہے کہ جنتی لوگ جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کس گناہ اور کس جرم کے باعث آئے؟ تو وہ جواب دیں گے:

﴿ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴾ [المدثر : 43]

''ہم نمازی نہیں تھے۔''

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام اعمال سے بڑھ کر فضیلت اور اہمیت والا عمل نماز کو قرار دیا ہے۔ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کسی مسلمان کے گھر ہی کیوں نہ پیدا ہوا ہو، وہ نام، نسب، معاشرتی رہن سہن اور دیگر ظاہری اعمال کے اعتبار سے اگرچہ مسلمان ہی ہو لیکن اس کے باوجود اس کا شمار کافروں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کافر اور مسلمان کے درمیان فرق کرنے والا عمل، نماز ہے۔'' ❷

یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نماز واحد عمل ہے جس کی تعلیم اور عملی تربیت کے لیے اہل اسلام کے بالغ ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ بلوغت سے قبل ہی اس فریضے کی ادائیگی پر سختی سے عمل پیرا ہونا اور اس میں دوام و ہمیشگی کو لازم رکھنا ضروری ہے۔ اسلام کے عملی پہلو سے متعلق اکثر امور کا نفاذ ہر کلمہ گو کی زندگی میں چند حالتوں کے ساتھ مشروط ہے:

❶:...... ذہنی توازن درست ہو

❷:...... بالغ ہو

❸:...... (بعض امور کے لیے) آزاد ہو غلام نہ ہو

لیکن نماز مسلمان کے ذہنی توازن درست (عاقل) ہونے پر بلوغت سے قبل ہی فرض ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

❶ صحيح: سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ماجاء أن أول ما يحاسب به العبد الصلاة، حديث: 413.

❷ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق إسم الكفر على من ترك الصلاة، حديث: 82.

((مُـرُوْا الصَّبِیَّ بِـالصَّلَاةِ إِذَا بَـلَـغَ سَبـعَ سِـنِینَ وَإِذَا بَلَغَ عَشرَ سِنِینَ فَاضرِبُوهُ عَلَیهَا .)) ❶

''بچہ جب سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کا حکم دو۔ اور جب دس برس کا ہوجائے تو اسے (نماز ادا نہ کرنے پر) مارو۔''

نماز جس قدر بنیادی، اعلی اور افضل فریضہ ہے اسی قدر اس کے احکام کی مکمل اور درست پاسداری بھی فرض ہے۔ لہٰذا ضروری اور فرض یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور سنت کے مطابق کی جائے۔ ورنہ اپنی مرضی، کسی کی بے بنیاد بات یا کسی بھی رکن کی ادائیگی میں غفلت و غلطی نماز کی قبولیت کے لیے رکاوٹ بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز کی قبولیت کے ظاہری وضروری قابل اہتمام امور درج ذیل ہیں:

❶:......مسنون طریقے کے مطابق جسمانی پاکیزگی اور باوضو ہونا

❷:......نماز ادا کرنے کی جگہ کا پاک ہونا

❸:......نماز کا صحیح وقت ہونا

❹:......نماز کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے عین مطابق ہونا

ان میں سے ایک بھی وصف مفقود ہوا تو نماز کا عمل ......باوجود اپنی فضیلت و اہمیت کے...... اپنے انجام دہندہ کے لیے مفید ثابت نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے تیز تیز نماز ادا کرنے اور اس میں اطمینان سے ارکان کی ادائیگی نہ کرنے والے کے لیے نہایت سخت الفاظ میں وعید بیان فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے شخص کے لیے نماز بددعا کرتی ہے، کہتی ہے:

((ضَیَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَیَّعتَنِی .))

''جس طرح تم نے مجھے ضائع کیا ہے اللہ تعالیٰ تیرا ستیاناس کرے۔''

پھر وہ نماز اس شخص کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ ❷

نماز کی ادائیگی کے طریقے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

---

❶ حسن صحیح: سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب ما یؤمر الغلام بالصلاة، حدیث: 494.

❷ مسند الطیالسی: 479/1، حدیث: 586.

((صَلُّوا كَمَا رَأَيتُمُونِي أُصَلِّي)) ❶

''اسی طرح نماز پڑھوجس طرح مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کو جن خوش قسمت ہستیوں نے نماز ادا کرتے دیکھا، انہوں نے آپ ﷺ کی نماز کا مکمل طریقہ ہمارے لیے بیان کردیا ہے۔ جو احادیث مبارکہ میں محفوظ ہے۔ لہٰذا ہمیں نماز کی ادائیگی کا باقاعدہ، ہمیشہ اور لازمی اہتمام کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کی ادائیگی میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو ہر صورت مدنظر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس عمل کی کوئی وقعت نہیں ہوگی۔ بلکہ روز قیامت ایسا عمل قابل ترازو نہیں ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق نہ ہوگا۔ اعمال کی تعداد کے ساتھ ساتھ اعمال کی کوالٹی اور معیار کا ہونا بھی لازمی امر ہے۔ بے تکے اور بے بنیاد اعمال میں بغیر سوچے سمجھے، بغیر تحقیق کیے، اپنی زندگیاں کھپا دینے والوں کا انجام اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ۝ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝﴾ [الغاشية: 1 تا 7]

''کیا تمھیں چھا جانے والی (قیامت) کی خبر پہنچی ہے؟ اس روز کئی چہرے خوفزدہ ہوں گے۔ بہت عمل کرنے والے بہت تھکے ہوئے ہوں گے۔ دہکتی آگ میں جائیں گے۔ انہیں ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا۔ ان کے لیے صرف کانٹے دار کھانا ہوگا۔ جو جسم کو طاقت دے گا نہ ہی بھوک ختم کرے گا۔''

ان آیات میں اعمال کا ڈھیر لے کر آنے والوں کا ذکر ہے جن کے اعمال کسی کام نہ آئیں گے۔ دراصل اعمال کی بے وقعتی اور بے کاری کی بنیادی وجہ یہی ہوگی کہ ان کے اعمال آسمانی تعلیمات کے مطابق نہ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَن عَمِلَ عَمَلًا لَيسَ عَلَيهِ أَمرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❷

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة، حديث: 631.

❷ صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب النجش. . . ، صحيح مسلم، كتاب الحدود، باب نقض الأحكام الباطلة، حديث: 1718.

''کسی بھی انسان نے اگر کوئی ایسا عمل کیا، جس پر ہماری تصدیق نہیں؛ وہ عمل ضائع ہے۔''

حدیث مبارکہ میں نماز کو بروقت ادا کرنے کا ذکر ہے۔ ہر نماز کے لیے وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ [النساء : 103]

''یقیناً مقررہ وقت پر نماز ادا کرنا مومنوں کے ذمہ فرض ہے۔''

پانچوں نمازوں کے لیے اوقات کی تقسیم اور تعیین کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں تفصیل مذکور ہے:

نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے۔

نماز ظہر کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہو کر آدمی کا سایہ (اصل سائے کے علاوہ) اس کے قد کے مطابق ہو جانے تک ہے۔

نماز عصر کا وقت ظہر کے اختتامی وقت سے سورج زرد ہو جانے تک ہے۔

نماز مغرب کا وقت سورج غروب ہونے سے سرخی غائب ہو جانے تک ہے۔

نماز عشاء کا وقت، مغرب کے اختتامی وقت سے آدھی رات تک ہے۔ [1]

اوقات کے حوالے سے مزید تفصیلات کے لیے نماز مصطفیٰ [از: ابوحمزہ عبدالخالق صدیقی و حافظ حامد محمود الخضری۔ انصار السنۃ پبلیکیشنز لاہور]، صحیح نماز نبوی [از: الشیخ عبدالرحمٰن عزیز]، نماز نبوی [از: ڈاکٹر شفیق الرحمٰن] کا مطالعہ مفید رہے گا۔

البتہ نمازوں کو ان کے اول اوقات میں ادا کرنا بہتر اور اللہ کے ہاں محبوب عمل ہے۔ بلا شرعی عذر کسی نماز کو اس کے وقت کے بعد ادا کرنا بلاشبہ معیوب عمل ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز ادا کرنا کافی نہیں، بلکہ نماز کو صحیح مسنون طریقے کے مطابق، صحیح وقت پر ادا کرنا ضروری ہے۔

والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا:

نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو محبوب ترین عمل قرار دیا ہے۔ اس ترتیب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جس طرح نماز ادا کرنا ضروری، فرض اور اہم ترین عمل ہے؛ اس کے بغیر انسان دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسی طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کا ادب واحترام بھی لازمی اور ضروری

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب أوقات الصلوات الخمس، حدیث: 612.

عمل ہے۔ جو شخص اپنے والدین کی خدمت، حسن سلوک اور ان کے ساتھ نرمی کا رویہ نہیں رکھتا وہ شخص، انسانیت کے دائرے سے خارج ہے۔ اسی ترتیب سے قرآن مجید نے بھی اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝﴾ [الإسراء : 23]

''تمھارے رب نے حکم جاری فرمایا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر وہ دونوں یا دونوں میں سے ایک تمھاری زندگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہو۔ اوران کے ساتھ سخت کلامی نہ کرو۔ ان کے ساتھ اچھی بات ہی کرو۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ [النساء : 36]

''اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝﴾ [الأنبياء : 73]

''ہم نے انہیں لوگوں کے راہنما بنایا، وہ ہمارے حکم کے مطابق ان کی راہنمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف؛ نیک کام کرنے، نماز کی پابندی کرنے اور زکاۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔''

یہاں نیک کاموں سے مراد اخلاقیات، باہمی معاشرتی تعلقات اور انسانی حقوق ہیں۔ جن میں سب سے مقدم والدین کا حق ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تقاضا ہے کہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے۔ ان کے سامنے اف بھی نہ کہا جائے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں مذکور آیات مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔ لیکن اگر والدین کسی ایسے کام کا حکم دیں جو شریعت کے منافی ہو، یا کسی ایسے کام سے روکیں جس کو ادا کرنا فرض ہو، مثلاً نماز پڑھنے سے منع کریں یا رکاوٹ بنیں، داڑھی رکھنے سے منع کریں، یا مال کی زکاۃ ادا کرنے سے روکیں یا اس طرح کے کسی بھی فرض عمل

سے روکیں تو ایسی صورت میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔لیکن اطاعت نہ کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ والدین کے ساتھ بدتمیزی، بدزبانی کی جائے یا ان کے ساتھ تعلق ہی توڑ دیا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف خلاف شریعت امور میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ باقی تمام امور میں ان کی بات ماننا، اطاعت کرنا، خدمت کرنا، عزت کرنا، ان کا سہارہ بننا، ان کی ضروریات پوری کرنا ان کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق خوراک، لباس، رہائش اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرنا بالکل فرض ہے۔اس سے انحراف کرنا، والدین کی خدمت واطاعت سے منہ پھیرنا،غفلت کرنا نہایت قبیح عمل،شدید نافرمانی اور کبیرہ گناہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں،ضرور بتائیے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

((الإِشرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الوَالِدَينِ .)) [1]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔''

لہٰذا والدین کی نافرمانی اور ان کے ساتھ بدسلوکی سے ہرصورت گریز کرنا اور ان کی خدمت واطاعت اور حسن سلوک کو اپنی زندگی کا اولیں معمول بنانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا:

زیر بحث حدیث میں نماز کی بروقت ادائیگی کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور اس کے بعد تیسرے نمبر پر، رسول اللہ ﷺ نے ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا'' افضل ترین عمل قرار دیا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی متعدد صورتیں ہیں۔ مالی جہاد،قلمی جہاد،قولی جہاد، جہاد بالنفس، جہاد بالشیطان اور جہاد بالسیف وغیرہ، کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کی ذات، مال اور عزت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی سربلندی بھی ہوتی ہے۔

[2]...... حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ: سَمِعْتُ أَبَاعَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ: (يَقُولُ سَمِعْتُ) [2] صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ ...... يَعْنِي دَارَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ...... قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِثْلَهٗ.

[1] صحيح البخاري، كتاب الإستئذان، باب من اتكأ بين يدى أصحابه، حديث: 6273.

[2] بریکٹ میں مذکور الفاظ مخطوطہ سے ساقط ہیں۔

تخریج الحدیث سنن النسائی، کتاب المواقیت، باب فضل الصلاة لمواقیتها، حدیث: 610، مسند ابی داؤد الطیالسی: 289/1، حدیث: 370، شرح مشکل لآثار، للطحاوی: 368/5، حدیث: 2125۔ اس حدیث کو محدث البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

ترجمة الحدیث ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس گھر کے مالک کو سنا......ان کا اشارہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف تھا...... آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پوچھا تھا۔

شرح الحدیث ابوعمرو الشیبانی رحمہ اللہ کا نام سعد بن ایاس تھا۔ آپ کبار تابعین میں سے تھے۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دورمبارک پایا لیکن مسلمان نہ ہوسکے، عہد صحابہ میں مسلمان ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تب میں، بصرہ و بحرین روڈ پر دریا کے قریب اونٹ چرا رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہونے والے معرکہ قادسیہ میں بھی انہوں نے شرکت کی۔ انہوں نے 120 برس کی عمر میں، 95ھ، یا 96ھ میں وفات پائی۔

چونکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر......کوفہ کی گورنرشپ سونپی جانے کے باعث...... کوفہ میں رہائش پذیر رہے۔ اور ایک طویل عرصہ کوفہ میں بسر کیا۔ اس لیے ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث بیان کرتے وقت ان کی رہائش گاہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: اس گھر کے مالک نے بیان کیا ہے..... اور اس حدیث میں بھی گزشتہ حدیث کا متن اور احکام ہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے مخصوص اسلوب کے مطابق ''مثلہ'' کہہ کر اشارہ کر دیا ہے۔

[3]...... حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ ، حَدَّثَنِي ابْنُ الْعَيْزَارِ ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ ؟ قَالَ : ((اَلصَّلَاةُ)) قَالَ : ثُمَّ مَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : ((ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ)) قَالَ : ثُمَّ مَاذَا ؟ قَالَ : ((اَلْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) ثُمَّ سَكَتَ ، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ .

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حدیث: 527، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الایمان بالله تعالیٰ أفضل الاعمال،

حدیث : 85، سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی بر الوالدین (باب منه)، حدیث: 1898.

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز۔ انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد، والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ انہوں نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر وہ خاموش ہوگئے۔ (اور بیان کیا کہ) اگر میں مزید پوچھتا تو آپ ﷺ مزید بتاتے۔

شرح الحدیث رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں مذکور افضل اعمال کی ترتیب میں چھپی حکمت پر قربان جاؤں، ان تینوں اعمال کا درج ذیل دونسبتوں کے اعتبار سے آپس میں گہرا تعلق ہے:

1:...... ان اعمال میں سے پہلا عمل، حقوق اللہ میں اولیں مقام رکھتا ہے۔ دوسرا عمل حقوق العباد میں اولیں حیثیت رکھتا ہے اور تیسرا عمل، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی صحیح معنوں میں غیر محکوم اور آزادانہ انجام دہی کے لیے جان و مال کا نذرانہ پیش کر کے مناسب، سازگار اور آزاد ماحول کے حصول کا نام ہے۔ یہ نذرانہ تمام نذرانوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ پسندیدہ، سب سے زیادہ فضیلت اور اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی مناسبت سے ان تینوں اعمال کو افضل ترین اعمال قرار دیا ہے۔ کیونکہ اپنی اپنی نوعیت کے اعمال میں یہ الگ، ممتاز اور جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

2:...... یہ تینوں اعمال دائمی اور لازمی ہیں۔ یعنی نماز ایسا عمل ہے جسے انجام دینا اور ادا کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری اور فرض ہے۔ جب تک مسلمان کی عقل اور ذہنی توازن درست ہے تب تک نماز کسی صورت ساقط نہیں ہوگی، ہر لحاظ میں اس کی ادائیگی عمر بھر فرض ہے۔ اسی طرح والدین کی اطاعت وحسن سلوک ایسا عمل ہے جو اولاد کے ذمہ عمر بھر ضروری ہے۔ یہ فریضہ کسی لمحہ، کسی صورت ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جہاد تا قیامت جاری رہے گا۔''[1]

فرض نماز، والدین کی اطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ، ایسے امور ہیں جس کی انجام دہی دائمی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اکٹھا بیان کیا ہے۔

---

[1] المعجم الأوسط، للطبرانی: 95/5، حدیث: 4775.

[4]...... حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ - أَوِ الْعَمَلِ - اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا ، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ .))

تخریج الحدیث إسنــاده صحيح: حسن بن عبیداللہ النخعی کے علاوہ تمام راوی بخاری ومسلم کے راوی ہیں۔حسن بن عبیداللہ سے امام مسلم نے روایات بیان کی ہیں۔اس حدیث کے مزید حوالہ کے لیے دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبة : 218/5، حدیث، 25399.

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل عمل، نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا اور والدین کے ساتھ اچھائی کرنا ہے۔

شرح الحدیث مختلف اوقات میں مختلف اعمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل اعمال قرار دیا ہے۔ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بھی عمل کو افضل قرار دینا وقت کی ضرورت، لوگوں کے رجحان اور رغبت کے پیش نظر تھا۔ اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ اگر ایک عمل کو افضل قرار دیا اور اس کے بعد کسی دوسرے عمل کو افضل قرار دیا تو پہلے افضل عمل کی افضلیت ختم ہوجاتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ عمل جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی موقع پر افضل قرار دیا ہے اس عمل کی فضیلت و افضلیت قائم و برقرار رہتی ہے۔لیکن اعمال کا تبدیل ہوجانا وقت کی ضرورت کے پیش نظر اور لوگوں کو ترغیب دلانے کی غرض سے تھا۔جب مسلمانوں کا معاشرتی استحکام پیش نظر تھا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو افضل عمل قرار دیا، جب غریب، نادار، پردیسی اور مہاجرین کے ساتھ مالی تعاون کرنا ضروری تھا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کو افضل عمل قرار دیا۔ اسی طرح جب معاشرے میں والدین کی اہمیت اور ان کی خدمت کے حوالے سے خرابیاں سامنے آنے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو باخبر کرتے ہوئے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اور خدمت کا حکم دیا اور اسے افضل عمل قرار دیا۔

[5]...... حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ [1] ، عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((أَفْضَلُ الْعَمَلِ اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ .))

تخریج الحدیث إسنــاده صحيح: اس حدیث کے راوی: قیس بن حفص تمیمی سے امام بخاری رحمہ اللہ اور حسن بن

[1] مخطوطہ میں ''عبداللہ'' ہے، دیگر مصادر کی بنا پر ہم نے ''عبیداللہ'' ذکر کیا ہے۔اس سے مراد: حسن بن عبیداللہ بن عروہ النخعی، ثقہ تابعی ہیں۔

عبیداللہ سے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایات بیان کی ہیں البتہ باقی تمام راوی بخاری ومسلم، دونوں کے راوی ہیں۔ اس حدیث کے مزید حوالہ کے لیے دیکھئے: شعب الإيمان، للبيهقي : 84/6، حديث: 3910.

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عمل؛ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

شرح الحديث اس حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کر کے اس کے الفاظ میں کمی بیشی اور طرق واسانید کے تعدّد کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ حدیث ابوعمرو شیبانی سے حسن بن عبیداللہ نے بیان کی ہے، اور اس میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر نہیں کیا۔ جبکہ گزشتہ احادیث میں بھی ابوعمرو شیبانی سے روایت کرنے والے راوی، حسن بن عبیداللہ ہی ہیں۔ لیکن ان میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر موجود ہے۔ لہٰذا مختصر الفاظ والی حدیث کو دوسری سند سے بیان شدہ اسی حدیث کے مفصل الفاظ کے تابع رکھا جائے گا۔ اسی لیے اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ یہی حدیث ابوعمرو شیبانی سے عُبَیدالمُکتِب نے روایت کی ہے۔ کیونکہ اس میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر موجود ہے۔ [1]

[6]...... قَالَ الْبُخَارِيُّ : وَرَوَاهُ عُبَيْدُ الْمُكْتِبُ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . [2]

تخريج الحديث إسناده صحيح على شرط مسلم: عَبَيدالمكتِب ابن مہران سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے جبکہ اس سند کے دیگر تمام راویوں سے امام بخاری ومسلم رحمہما اللہ، دونوں نے روایات بیان کی ہیں۔ اس حدیث میں جس صحابی کی طرف اشارہ ہے ان سے مراد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس حدیث کے مزید حوالہ کے لیے دیکھئے: سنن الدارقطني :

---

[1] دیکھئے: مسنداحمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 201/38، حديث : 23120.

[2] مخطوط میں یہاں "عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيبَانِي أَو رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ" ہے۔ جس کا مطلب بنتا ہے کہ عبیدالمکتب نے اس روایت کو ابوعمرو شیبانی سے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے بھی بیان کیا ہے۔ جبکہ اس میں "اَوْ" (یعنی: "یا") محل نظر ہے۔ کیونکہ مجھے کسی کتاب میں یہ روایت ایسی سند کے ساتھ نہیں ملی جس میں عبیدالمکتب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے روایت کرتے ہوں۔ البتہ یہ روایت "أَخبَرَنِي عُبَيدٌ الـمُكتِبُ قَالَ: سَمِعتُ أَبَا عَمرٍو الشَّيبَانِيَّ، يُحَدِّثُ عَن رَجُلٍ مِن أَصحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ" کی سند کے ساتھ مذکور ہے۔ دیکھئے: سنن الدارقطني: 462/1، حديث: 968، مسنداحمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 201/38؛ حديث: 23120، مستدرك حاكم : 301/1، حديث: 677.

462/1، حدیث : 968، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة) : 201/38؛ حدیث: 23120، مستدرك حاكم : 301/1، حديث: 677.

ترجمة الحديث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کو عبید المُکتِب نے ابوعمرو شیبانی سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی سے روایت کیا ہے۔

شرح الحديث حسن بن عبیداللہ کی ابوعمرو شیبانی سے بیان کردہ حدیث کی طرح عُبید المکتب کی ابوعمرو شیبانی سے بیان کردہ حدیث بھی مختلف مصادر میں مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن مفصل حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر موجود ہے۔ لہٰذا باقی اسانید سے بیان شدہ؛ اس حدیث کے مختصر الفاظ کو مفصل الفاظ کے تابع رکھا جائے گا۔ مسند احمد میں مذکور ہے:

((عُبَيدٌ الـمُكتِبُ قَالَ: سَمِعتُ أَبَا عَمرٍو الشَّيبَانِيَّ يُحَدِّثُ عَن رَجُلٍ مِن أَصحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَيُّ العَمَلِ أَفضَلُ؟ قَالَ شُعبَةُ: أَو قَالَ: أَفضَلُ العَمَلِ الصَّلَاةُ لِوَقتِهَا وَبِرُّ الوَالِدَينِ وَالجِهَادُ.)) [1]

''عبید المکتب فرماتے ہیں، میں نے ابوعمرو شیبانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: افضل عمل: بروقت نماز پڑھنا، والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور جہاد کرنا ہے۔''

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ایک صحابی'' سے مراد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ [2]

[7]...... حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ : ((اَلصَّلَاةُ ، وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ ، وَالْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ .

تخريج الحديث اسناده صحيح : مسند احمد بن حنبل : 82/7، حديث : 3973، 226/9، حديث: 5329، المعجم الكبير ، للطبرانى :22/10 ، حديث: 9817.

---

[1] دیکھئے: مسنداحمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة) : 201/38، حديث: 23120.

[2] مستدرك حاكم : 301/1، حديث: 677.

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل بہترین ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز، والدین سے اچھا سلوک اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اگر میں مزید پوچھتا تو آپ ﷺ مزید بتاتے۔

شرح الحدیث حدیث میں مذکور تینوں امور کی وضاحت گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ یہاں حدیث کے آخری الفاظ کے پیش نظر یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص دینی راہنمائی کے لیے سوال کرے یا کسی قسم کے مفید کام کے متعلق مشورہ طلب کرے تو جس سے راہنمائی یا مشورہ طلب کیا جائے اس کی ذمہ داری ہے کہ سائل کو مکمل راہنمائی اور مفید مشورہ دے۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ نہ صرف اس مسئلہ کی وضاحت کرتے بلکہ اس کے متعلق دیگر مسائل بھی بیان کر دیتے تھے، تاکہ سائل کو مزید فائدہ پہنچے۔

اس میں بالخصوص علماء وخطباء اور مدرسین کے لیے نمونہ ہے۔ علماء حق، خطباء اور اساتذہ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ سائل کے سوال کرنے سے اکتا جائیں اور برامان کر سائل کو ڈانٹ دیں۔ صحابی فرماتے ہیں کہ اگر میں مزید پوچھتا رہتا تو آپ ﷺ مجھے ڈانٹتے اور نہ ہی غصہ کرتے، بلکہ میری تسلی وتشفی تک مجھے میری باتوں کے جوابات دیتے رہتے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہے۔ جسے ہر مسلمان، ہر سربراہ بالخصوص دینی راہنماؤں کے لیے اپنانا ازحد ضروری ہے۔ کیونکہ حقیقی معنوں میں یہی لوگ رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ .)) [1]

''علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔''

اور علماء کے دلوں میں دوسروں کے لیے نرم گوشہ ہونا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اگر شرعی راہنمائی کرنے والے دل میں سختی، زبان پر ترشی، طبیعت میں غصہ، مزاج میں برہمی اور سائل کو مسائل بتانے میں کنجوسی و بددلی کا شکار ہوں گے تو یقیناً بہت سے لوگ شرعی راہنمائی سے محروم رہ جائیں گے۔ جن کے متعلق ان سے روز قیامت پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دعوت کے اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ﴾

[آل عمران: 159]

---

[1] سنن أبی داؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، حدیث: 3641.

''اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم دل ہیں۔ اگر آپ ترش طبیعت اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے دور ہو گئے ہوتے۔''

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے چند مسائل کے متعلق پوچھا اور ہر بات پر آپ ﷺ سے قسم لی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات کا غصہ نہیں کیا، اسے ڈانٹا نہیں کہ تجھے ایک مرتبہ کی قسم پر اعتبار نہیں، تجھے میری بات پر یقین نہیں، بلکہ آپ ﷺ نے نہ صرف اسے تمام مسائل بتائے بلکہ اس کے جانے پر مسکرائے اور فرمایا اگر یہ اپنی بات میں سچا ہے تو پکا جنتی ہے۔ ❶

دوسروں کے ساتھ بات کرنے میں لہجہ اسی انسان کا نرم ہوتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہوتا ہے۔ لہٰذا شرعی راہنمائی کرنے والے، علماء، مبلغین اور اساتذہ کرام میں یہ وصف اور خوبی ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ [فاطر : 28]

''صرف علماء ہی تو اللہ سے ڈرتے ہیں۔''

اگر ہم ان اوصاف کو اپنانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو پھر ہی ہم اہل علم ہیں، پھر ہی ہم مدرس، استاد اور واعظ کی مسند اور بحیثیت خطیب ومقرر؛ منبر پر براجمان ہونے کے اہل ہیں۔ زیر بحث حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے صحابی کے ہر سوال کا جواب دیا ہے اور صحابی نے آپ ﷺ کی سیرت کا ایک پہلو بیان کیا ہے کہ اگر میں مزید سوال کرتا رہتا تو آپ ﷺ ان کے متعلق بھی راہنمائی کرتے رہتے۔

اس حدیث میں مقتدیوں، شاگردوں اور شرعی مسائل اخذ کرنے والے سائلین کے لیے بھی اخلاق واحترام کا ایک درس موجود ہے۔ صحابی کو اگرچہ یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے جتنے مسائل پوچھتا رہوں گا، آپ ﷺ بتاتے جائیں گے۔ لیکن اس کے باوجود صحابی نے دو، تین سوالوں کے بعد محض ادب واحترام کے پیش نظر خاموشی اختیار کرلی۔ لہٰذا علماء سے مسائل اخذ کرنا بہت اچھی اور قابل تحسین عادت ہے لیکن اس میں علماء کا احترام پیش نظر رکھنا ازحد ضروری بلکہ فرض ہے۔ علماء کا احترام کرنا یقیناً باعث اجر ہے۔

[8]...... حَدَّثَنَا أَبُوْ النُّعْمَانِ ، وَمُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ ، قَالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

❶ دیکھئے: صحیح مسلم ، کتاب الایمان ، باب فی بیان الإیمان بالله و شرائع الدین ، حدیث: 12 .

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، بِهَذَا .

تخریج الحدیث صحیح: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ مسند احمد بن حنبل : 82/7، حدیث: 3973، المعجم الکبیر ، للطبرانی : 22/10، حدیث: 9817 .

ترجمة الحدیث ابوالاحوص رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

اگر والدین غیر مسلم یا مشرک ہوں

[9]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ يُوْسُفَ ❶ ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيْهِ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : نَزَلَتْ فِيَّ أَرْبَعُ آيَاتٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : حَلَفَتْ أُمِّيْ أَنْ لَا تَأْكُلَ وَلَا تَشْرَبَ حَتَّى أُفَارِقَ ❷ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ۙ﴾ وَالثَّانِيَةُ : أَنِّيْ كُنْتُ أَخَذْتُ سَيْفًا فَأَعْجَبَنِيْ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، هَبْ لِيْ هٰذَا ، فَنَزَلَتْ ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ﴾ وَالثَّالِثَةُ : أَنِّيْ كُنْتُ مَرِضْتُ فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أَقْسِمَ مَالِيْ ، أَفَأُوْصِي بِالنِّصْفِ؟ ((قَالَ)) لَا ، فَقُلْتُ : الثُّلُثُ؟ فَسَكَتَ فَكَانَ الثُّلُثُ بَعْدُ جَائِزًا ❸ . وَالرَّابِعَةُ : إِنِّيْ شَرِبْتُ الْخَمْرَ مَعَ قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَضَرَبَ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْفِيْ بِلَحْيِ جَمَلٍ ، فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَحْرِيْمَ الْخَمْرِ .))

تخریج الحدیث دیکھئے:الادب المفرد، للبخاری ، ص: 22، حدیث : 24، صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر ، باب الأنفال، حدیث: 1748 .

ترجمة الحدیث سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کتاب اللہ کی چار آیات میرے بارے میں

---

❶ مخطوط میں "مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ يُوْسُفَ" ہے۔ جو غلط ہے۔ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے معروف استاذ محمد بن یوسف بن واقد الفریابی رحمہ اللہ ہیں۔ الأدب المفرد اور دیگر مصادر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

❷ مخطوط میں: "یفارق" ہے۔

❸ مخطوط میں "جائزٌ" ہے۔

نازل ہوئی ہیں۔ میری والدہ نے یہ قسم اٹھالی تھی کہ وہ کچھ کھائے گی نہ پیئے گی حتی کہ میں محمد ﷺ کو چھوڑ دوں۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''اگر وہ دونوں (یعنی تمھارے والدین) میرے ساتھ شرک کرنے کے لیے تجھ پر زور دیں، جس کا تجھے علم نہ ہو۔تب ان کی بات نہ مانو۔ البتہ ان دونوں کے ساتھ دنیا میں اچھے طریقے سے رہو۔'' [لقمان:15] اور دوسری آیت: میں نے (مال غنیمت میں سے) ایک تلوار پکڑی جو مجھے بہت پسند آئی۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! یہ مجھے عطا کر دیجیے۔تو یہ آیت نازل ہوئی: ''وہ تم سے مال غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں...'' [الانفال:1] اور تیسری آیت: میں بیمار ہوگیا تو نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اپنا مال تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میں اپنے آدھے مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: تیسرا حصہ؟ تو آپ ﷺ خاموش رہے۔تو اس کے بعد ایک تہائی حصے کی وصیت کرنا جائز ہوگیا۔ چوتھی آیت: میں نے انصار کے کچھ لوگوں کے ساتھ مل کر شراب پی لی۔ان میں سے ایک آدمی نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی میرے ناک پر ماردی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کرنے کے لیے آیت نازل کردی۔

شرح الحدیث اولیں قابل ذکر بات یہ ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہونے والی چوتھی آیت، جو شراب کی حرمت کے بارے میں تھی؛ امام ابوداود طیالسی رحمہ اللہ کی بیان کردہ ایک روایت میں مذکور ہے، اور وہاں دو آیات کی طرف اشارہ ہے۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ ﴾ [النساء : 43]

''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہوتو نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔''

﴿ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ﴾ [المائدة : 90]

''یقیناً شراب، جوا، نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر گندگی اور شیطانی عمل ہے۔''

دوسری قابل وضاحت بات یہ ہے کہ والدین اگر کسی ایسے کام یا ایسی بات کا حکم دیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بغاوت، نافرمانی اور دوری کے زمرے میں آئے، تو والدین کے ایسے حکم کو نہیں مانا جائے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایسے کسی بھی حکم یا عمل کو آڑ بنا کر والدین سے کنارہ کشی اور دوری اختیار کر لی جائے۔ بلکہ قرآنی حکم اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ضروری ہے کہ والدین کے مشرک، بےعمل، بدعمل، بلکہ کافر ہونے کے باوجود ان سے اچھا سلوک اور نرمی کا رویہ رکھا جائے۔

جیسا کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ، جو کہ مشرکہ تھی، وہ اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے ملنے آئی تھی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ کیا میں اپنی ماں سے تعاون اور حسن سلوک کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہاں! اپنی ماں سے صلہ رحمی (حسن سلوک) کرو۔ ❶

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَـلاثٌ لَيـسَ لأَحدٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِنَّ رُخْصَةٌ: بِرُّ الوَالِدَينِ مُسْلِمًا كَانَ أو كَافِرٌ وَالوَفَاء بالعهد لمسلم كان أو كافر وأداء الأمانة إلى مسلم كان أو كافر .)) ❷

''تین کام ایسے ہیں جن میں کسی کے لیے کوئی رخصت نہیں ہے۔ ① والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر۔ ② عہد (معاہدہ) کی پاسداری کرنا چاہے مسلمان ہو یا کافر۔ ③ امانت واپس لوٹانا چاہے وہ بندہ مسلمان ہو یا کافر۔''

یہاں یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ اولاد کے ذمہ والدین کا ایک یہ بھی ضروری اور لازمی حق ہے کہ والدین اگر خدانخواستہ اسلامی تعلیمات سے دور یا اسلامی احکام کے منافی اعمال کے مرتکب ہیں تو ان کی بے عمل اور غافل زندگی میں انہیں ان کے حال پر نہ چھوڑا جائے۔ بلکہ انہیں احکام الٰہی اور فرامین رسول پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے۔ کیونکہ انسان کی طرف سے خیر خواہی کا سب سے زیادہ حق رکھنے والے اس کے والدین ہیں۔ اور خیر خواہی کا اعلیٰ ترین پہلو یہ ہے کہ کسی کو نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے منع کیا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

((مَـن رَأَى مِـنـكُـم مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرهُ بِيَدِهِ فَإِن لَم يَستَطِع فَبِلِسَانِهِ فَإِن لَم يَستَطِع فَبِقَلبِهِ وَذَٰلِكَ أَضعَفُ الإِيمَان .)) ❸

''تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے (برا جانے)؛ اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔''

اس حدیث کے پیش نظر سوال یہ ہے کہ اگر والدین؛ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک، کسی خلاف شریعت یا

❶ صحيح البخارى، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب الهدية للمشركين، حديث: 2620.

❷ تاريخ دمشق، لابن عساكر : 54/4.

❸ صـحيـح مسـلـم، كتـاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان، حديث: 49، سنن أبى داؤد، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى، حديث: 4340.

اخلاقی اقدار کے منافی عمل کا مرتکب ہو تو اولاد کی کیا ذمہ داری ہے؟ کیا والدین کو ہاتھ سے روکیں؟ کیا انھیں ہاتھ سے روکنا انہیں ناراض کرنے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کے زمرے میں تو نہیں آتا؟

اس سوال کے جواب کے ضمن میں کچھ بنیادی باتیں ذہن نشیں ہونا ضروری ہیں۔ یعنی اولاد اپنے والدین، دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو اگر کسی شرعی معاملے میں بے عمل، غافل یا بدعملی و نافرمانی کا مرتکب پائے تو انہیں نہایت ادب و احترام اور حکمت کے ساتھ دعوت دیں۔ یعنی ان کی بدعملی کو روکنے کے لیے زبان کا استعمال پہلے کرے۔ اگر پھر بھی والدین اپنی روش تبدیل کر کے نیکی کی طرف نہ آئیں تو پھر اولاد کو، والدین کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک کے حقیقی تقاضا کی بنیاد پر حق حاصل ہے کہ اپنے ہاتھ سے برائی کی روک تھام کریں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسا طریقہ اپنایا جائے جس میں براہ راست والدین کی ذات، ان کی عزت اور جان کا نقصان نہ ہو۔

جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے ہمیں سبق ملتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو بہت ہی نرم لہجے اور مؤدبانہ کلمات کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے نہایت حکمت کے ساتھ بتوں کی پوجا چھوڑنے، صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اللہ کے احکام کو ماننے اور اللہ کے نبی (ابراہیم علیہ السلام) پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝﴾ [مریم : 41 تا 48]

''اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو، بے شک وہ بہت سچا، نبی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ سے کہا: میرے ابا جان! آپ اس کی عبادت کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے۔ اور نہ ہی آپ کو کسی قسم کا فائدہ دے سکتا ہے۔ میرے ابا جان! یقیناً میرے پاس ایسا علم ہے جو آپ کے پاس نہیں

ہے۔ آپ میری بات مان لیں میں آپ کو سیدھے راہ کی طرف راہنمائی کروں گا۔ اے میرے ابا جان! شیطان کی پوجا نہ کریں، یقیناً شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔ میرے ابا جان! مجھے خدشہ ہے کہ آپ کو رحمٰن کی طرف سے عذاب نہ آجائے۔ پھر آپ شیطان کے ہی دوست قرار پا جائیں گے۔ اس نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم مجھے میرے معبودوں سے دور کر دینا چاہتے ہو؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار کر ہلاک کر دوں گا۔ جا، تو عافیت کے ساتھ ہی مجھے چھوڑ جا۔ اس (ابراہیم) نے کہا: آپ پر سلامتی ہو۔ میں اپنے رب سے آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں گا۔ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ میں آپ اور اللہ کے علاوہ جن کی آپ پوجا کرتے ہیں؛ سب سے دور جا رہا ہوں۔ اپنے رب سے دعا کروں گا، یقین ہے کہ میں اپنے رب سے دعا کرنے میں نامراد نہیں رہوں گا۔''

یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ابتدائی اقدام تھا۔ انہوں نے برائی کو زبان سے روکنے کی کوشش کی۔ لیکن ان کا والد اپنے مشرکانہ اعمال سے رکنے کو ہرگز تیار نہ تھا۔ اس کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے برائی کی روک تھام کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝٥٢ قَالُوْا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝٥٣ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٥٤ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝٥٥ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝٥٦ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝٥٧ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝٥٨ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٩ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ۝٦٠ ﴾ [الانبياء: 52 تا 60]

''یاد کرو، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ یہ مورتیاں کیا چیز ہیں، جن کے سامنے پڑے رہتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی کے عبادت گزار پایا ہے۔ ابراہیم نے کہا: تم اور تمھارے باپ دادا، صریح گمراہی میں ہیں۔ انہوں نے کہا: تم ہمارے ہاں کوئی حق بات لائے ہو یا محض کھیل رہے ہو؟ ابراہیم نے کہا: (حق بات لایا ہوں) بلکہ آسمانوں اور زمین کا رب ہی تمھارا رب ہے۔ جس نے انہیں (آسمانوں اور زمین کو) پیدا کیا ہے، اور میں اس بات کی تمھارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم! جب تم چلے جاؤ گے تو میں تمھارے بتوں کے

ساتھ یقیناً ایک چال چلوں گا۔تو اس (ابراہیم) نے ان (بتوں) کوٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔مگر بڑے بت کو رہنے دیا تا کہ وہ (لوگ) اس سے رابطہ کریں۔انہوں نے کہا: ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ وہ شخص یقیناً ظالم ہے۔پھر انہوں نے کہا: ایک لڑکے کے بارے میں ہم نے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے، (یہ اسی کا کام ہے)۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پہلے زبان کے ساتھ سمجھایا لیکن جب والد اور قوم کے باقی افراد نے بات نہ مانی تو انہوں نے ایسا راستہ اپنایا کہ جس سے ان کے والد کو براہ راست کوئی ذاتی یا مالی نقصان نہیں پہنچا لیکن نہایت حکمت کے ساتھ ہاتھ سے برائی کی روک تھام کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عملی قدم اٹھایا۔علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی المدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر باپ کی کسی برائی کو روکنے سے مزید بڑی برائی پیدا نہ ہو اور نہ ہی بیٹے کی جان و مال اور اہل کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو بیٹے کو ایسا کرنے کا اختیار ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حق باپ کے حق کی نسبت مقدم ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔لہٰذا بیٹا اگر طاقت رکھتا ہے اور اس کے نتیجہ میں کسی فساد کا خطرہ نہیں ہے تو باپ کی بدعملی کو روکے۔لیکن اس عمل کے دوران باپ کے ساتھ گفتگو نرم اور رویہ ہمدردانہ رکھے۔اور باپ کے لیے دعا بھی ضرور کرے۔تا کہ باپ کا غصہ ٹھنڈا رہے۔اور بیٹا اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کے اس عمل میں باپ کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی اور اللہ کی حدود کا احترام ہی اس کا مقصد ہے۔'' [1]

اس بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ والدین کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معاملہ دیگر لوگوں اور رشتہ داروں کی نسبت مختلف پیرائے میں انجام دیا جائے گا۔والدین کی عزت، ان کا ادب اور ان کے ساتھ زبان کا نرم لہجہ ہر صورت اور ہر موقع پر اپنانا اولاد کے لیے نہایت ضروری اور فرض ہے۔کسی غلطی کی اصلاح کے لیے اولاد کو اپنا کردار نہایت حکمت اور ادب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اس کے بعد اولاد بری الذمہ ہے، تاہم والدین اپنے اعمال کا حساب اللہ تعالیٰ کو دیں گے لیکن اولاد کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ والدین کے ساتھ کسی بھی انداز سے سخت رویہ اپنائے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں زاد بھائی تھے۔ان کے والد گرامی کا نام مالک اور

[1] القول البين الأظهر فى الدعوة إلى الله والأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، للراجحى، ص: 79، 80.

کنیت ابووقاص تھی۔ ابووقاص (یعنی مالک) رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ کے چچا، وہیب کے بیٹے تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ بنت سفیان تھا۔ یہ حرب بن امیہ کی بھتیجی تھیں۔ ❶ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نہایت سمجھدار، سلیم العقل، سنجیدہ مزاج، والدین کے نہایت فرمانبردار اور مستجاب الدعوات شخص تھے۔ اپنی والدہ کے معاملے میں آپ رضی اللہ عنہ جس امتحان سے گزرے، یہ بلاشبہ نہایت کٹھن مرحلہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ اپنے ایمان پر قائم رہے۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے بھوک ہڑتال کر کے بھوکی پیاسی مرجانے کی دھمکی بھی دی تھی۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ محترمہ کے مطالبے اور اصرار کے جواب میں کہا تھا:

"لَوْ كَانَتْ لَكِ أَلْفُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا ، مَاتَرَكْتُ دِيْنِي هٰذَا لِشَيْءٍ" ❷

''اگر آپ کی ایک ہزار جانیں بھی ہوں اور وہ اس مطالبے میں یکے بعد دیگرے نکل جائیں، میں تب بھی یہ دین کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑوں گا۔''

دراصل کوئی عزیز ترین اور قریب ترین رشتہ ہو یا کوئی نہایت محبوب ترین منصب یا کوئی چیز ہو؛ جب وہ انسان کے ایمان کے لیے مدمقابل اور رکاوٹ کی صورت اختیار کر جائے تو ایسی صورت میں ایمان کو اختیار کرنا اور دیگر تمام رشتوں اور عہدوں کو خیر باد کہہ دینا ہی اصل کامیابی ہے۔ اور اگر انسان ایمان کو اہمیت دے کر ایمان کے مقابل اور آڑے آنے والے رشتہ داروں سے محض ایمانی بنیادوں پر اعراض کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی خصوصی مدد ونصرت فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ التَمَسَ رِضَاءَ اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ التَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ .)) ❸

''جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتا ہے، لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف میں اسے اللہ تعالیٰ کافی ہوجاتا ہے۔ اور جو شخص لوگوں کو راضی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے تکلیف دینے کے لیے لوگوں کو مقرر کر دیتا ہے۔''

❶ الطبقات الكبرى، لابن سعد : 101/3، معرفة الصحابة، لابى نعيم : 129/1، تاريخ دمشق، لابن عساكر: 290/20، 292، 294.

❷ أسد الغابة فى معرفة الصحابة، لابن الأثير : 436/2.

❸ صحيح: سنن الترمذى، أبواب الزهد، حديث: 2414.

لیکن جہاں والدین کا معاملہ آجائے وہاں والدین کے متعلق خصوصی ہدایات شریعت اسلامیہ میں مذکور ہیں۔جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اشارہ کیا ہے:

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ [لقمان : 15]

''اگر وہ دونوں (یعنی تمھارے والدین) میرے ساتھ شرک کرنے کے لیے تجھ پر زور دیں، جس کا تجھے علم نہ ہو۔تب ان کی بات نہ مانو۔البتہ ان دونوں کے ساتھ دنیا میں اچھے طریقے سے رہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَوَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ لا يُؤمِنُ أَحَدُكُم حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيهِ مِن وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ .)) ❶

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی بھی شخص تب ہی مومن ہوتا ہے جب مَیں اس کے ہاں، اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب ہو جاتا ہوں۔''

قرآن وحدیث کی اس تعلیم کے تناظر میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ دنیا کی ہر چیز اور ہر رشتہ، جو ایمان کے مقابل آجائے، اسے چھوڑ دو لیکن اگر والدین تمھارے ایمان کے مقابل آئیں تو ان کا خلافِ ایمان مطالبہ تسلیم نہیں کرنا لیکن ان سے تعلق بھی نہیں توڑنا، ان کی خدمت اور دنیاوی امور میں ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ جو شخص اپنے والدین کو ناراض کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص سے ناراض ہو جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((رِضَا اللَّهِ فِي رِضَا الوَالِدَينِ وَسَخَطُ اللَّهِ فِي سَخَطِ الوَالِدَينِ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ کی رضا؛ والدین کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، والدین کی ناراضگی میں ہے۔''

آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ کے مجموعی نتیجہ کے تناظر میں امتحان ہے؛ اولاد کے شعور اور اخلاقی حیثیت کا، کہ انھوں نے والدین کو ناراض بھی نہیں کرنا اور ان کی خلاف ایمان رخلاف شریعت کوئی بات بھی نہیں ماننی۔ یہی

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب حب الرسول من الإيمان، حديث : 14 .

❷ الترغيب فى فضائل الأعمال وثواب ذلك، لابن شاهين: 93، حديث : 299، شعب الإيمان، للبيهقي : 246/10، حديث: 7446 .

مرحلہ ہے کہ جہاں حکمت عملی سے کام لینا ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے کہ یا اللہ! ہمیں ہمارے والدین کے معاملہ میں کسی امتحان و آزمائش میں مبتلا نہ کیجئے گا۔

حسن سلوک میں ماں کا حق زیادہ ہے

[10]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ❶ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِالصُّحْبَةِ؟ قَالَ: ((أُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ أُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَهْ؟ قَالَ: ((أَبَاكَ)). قَالَ: فَيَرَوْنَ أَنَّ لِأُمِّكَ الثُّلُثَيْنِ، وَلِأَبِيْكَ الثُّلُثَ، قِيْلَ لِسُفْيَانَ: فِي الْحَدِيْثِ؟ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ ابْنَ شُبْرُمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عُمَارَةَ قَبْلَ أَنْ: أَرَاهُ، سَأَلْتُ عُمَارَةَ، فَجَاءَ بِهِ.

تخریج الحدیث صحيح البخاری، كتاب الادب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، حديث: 5971، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب برالوالدين و أنهما أحق به، حديث: 2548، مسند الحميدی: 270/2، حديث: 1151۔ شرح مشكل الآثار، للطحاوی: 370/4، حديث:1670.

ترجمۃ الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا: اللہ کے رسول! لوگوں میں سے سب سے زیادہ ساتھ (ہمدردی) کا کون حق دار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بھی تمھاری ماں۔ اس نے پوچھا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمھارا باپ۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں (یعنی ائمہ حدیث) میں یہی تصور پایا جاتا تھا کہ تمھاری ماں کا دو تہائی حق ہے جبکہ تمھارے باپ کا ایک تہائی۔ ❷ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا یہ بات حدیث میں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے شبرمہ کے بیٹے کو عمارہ سے یہی بیان کرتے سنا ہے، یہ عمارہ کو دیکھنے سے قبل کی بات ہے۔ جب میں نے عمارہ بن قعقاع سے (ملاقات کی اور) پوچھا تو انہوں نے یہی حدیث بیان کی۔

❶ مخطوطہ سے ایک "قال" ساقط ہے۔

❷ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا یہ قول امام عبداللہ بن زبیر الحمیدی رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے بھی بیان کیا ہے: "قَالَ سُفيَانُ: فَيَرَوْنَ أَنَّ لِلأُمِّ الثُّلُثَيْنِ مِنَ البِرِّ وَلِلأَبِّ الثُّلُثَ۔" مسند الحميدی: 270/2، حديث: 1151، شرح مشكل الآثار، للطحاوی: 370/4، حديث: 1670.

شرح الحدیث انسان عمومی طور پر دو طرح کے حقوق کی ادائیگی کا مکلّف ہے۔ ❶ حقوق اللہ۔ ❷ حقوق العباد۔ اور روز قیامت دونوں حقوق کی باز پرس سے ہی ہر انسان کے حساب کا آغاز کیا جائے گا۔

حقوق اللہ میں سے نماز کے بارے میں سب سے پہلے پوچھا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَومَ القِيَامَةِ مِن أَعمَالِهِمُ الصَّلاةُ .)) ❶

''قیامت کے روز، لوگوں کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَوَّلُ مَا يُقضَى بَينَ النَّاسِ يَومَ القِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ .)) ❷

''قیامت کے روز، لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

حقوق العباد:

انسان کی اپنی ذات کے بعد سب سے اہم ادائیگی والدین کے حقوق کی ہے۔ جو کہ انسان کے ذمہ اولیں فریضہ ہے۔ اسی فریضہ کی طرف سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں واضح اور ٹھوس راہنمائی موجود ہے۔ سائل نے سب سے زیادہ قربت، ہمدردی، مصاحبت اور حسن سلوک کے تعلق کے اولیں حقدار کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا سب سے زیادہ حق تمھاری ماں رکھتی ہے اور ماں کے بعد باپ حق دار ہے۔

باپ کا ذکر ماں کے بعد آنے میں یہ اشارہ ہرگز نہیں ہے کہ باپ کی خدمت و اطاعت میں کمی کی کسی حد تک کوئی گنجائش موجود ہے، بلکہ یہاں صرف فضیلت کا بیان ہے کہ والدین میں ماں کی فضیلت باپ کی نسبت زیادہ ہے۔ کیونکہ اولاد کے لیے باپ کی ذمہ داریاں اور کردار بلاشبہ بہت اہمیت کا حامل ہے لیکن اولاد کی خاطر جو مصائب اور تکالیف ماں کو برداشت کرنا پڑتی ہیں؛ وہ باپ کی نسبت کہیں زیادہ کٹھن، دشوار اور تکلیف دہ ہیں۔ انہی دشواریوں کو برداشت کرنے کی جزا کے طور پر ماں کی عظمت کا بیان اور تذکرہ باپ کی نسبت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَ

---

❶ صحیح: سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب قول النبی: کل صلاة لا یتمها صاحبها تتم من تطوعه، حدیث: 864.

❷ صحیح مسلم، کتاب القسامة والمحاربین. . .، باب المجازاة بالدماء فی الآخرة، حدیث: 1678.

لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ [لقمان : 14]

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ اچھائی کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اسے تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے اٹھائے رکھا، اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہوئی۔ (اسے یہ بھی حکم دیا ہے کہ) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْجَنَّةُ تَحتَ أَقدَامِ الأُمَّهَاتِ .)) [1]

''جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔''

عظمت کے اعتبار سے باپ، ماں سے کم درجہ نہیں ہے۔ حساسیت کا فرق ہے، باپ کی نسبت ماں کے احترام کا معاملہ زیادہ حساس ہے۔ باپ کی عظمت کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْوَالِدُ أَوسَطُ أَبوَابِ الجَنَّةِ .)) [2]

''باپ، جنت کا اہم ترین دروازہ ہے۔''

ماں کی عظمت کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

((الوَالِدَةُ أَوسَطُ أَبوَابِ الجَنَّةِ .)) [3]

''ماں جنت کا اہم ترین دروازہ ہے۔''

جنت میں دروازے سے گزر کر ہی جانا ہے، اگر باپ جنت کا دروازہ ہے تو باپ کا فرمانبردار ہی جنت میں جائے گا۔ اگر ماں جنت کا دروازہ ہے تو ماں کا فرمانبردار ہی جنت میں جائے گا۔ لہٰذا ان احادیث کے پیش نظر

---

[1] مسند الشهاب : 102/1 ، حديث : 119 ، الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع ، للخطيب البغدادى: 231/2، حديث : 1702 .

[2] صحيح: سنن الترمذى ، ابواب البر والصلة ، باب ماجاء من الفضل فى رضا الوالدين ، حديث: 1900 ، سنن ابن ماجة ، كتاب الطلاق ، باب الرجل يأمر أبوه بطلاق امرأته ، حديث: 2089 وكتاب الأدب ، باب بر الوالدين ، حديث: 3663 ، مسند أبى داود الطيالسى: 325/2 ، حديث: 1074 ، مصنف ابن أبى شيبة: 218/5 ، حديث : 25400 .

[3] مستدرك حاكم : 168/4 ، حديث: 7251۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ شرح مشكل الآثار ، للطحاوى : 417/3 ، حديث: 1385 ، مسند الإمام أحمد بن حنبل : 57/36 ، حديث : 21726 .

ماں کی فرمانبرداری باپ سے اور باپ کی فرمانبرادری ماں سے مقدم ہے، المختصر کہ فرمانبرداری کے اعتبار سے والدین میں سے کسی کا رتبہ اور مقام کم نہیں ہے۔ البتہ جن احادیث میں ماں کے لیے حسن سلوک کے دو تہائی حصوں اور باپ کے لیے ایک تہائی حصے کا ذکر ہے وہاں ماں کی زندگی کے کٹھن مراحل کو مدنظر رکھتے ہوئے ماں کو عظمت و عالی مرتبہ سے نوازا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے پوچھا تھا کہ میں نے اپنی ماں کو کندھوں پر اٹھا کر بیت اللہ کا طواف کرایا ہے۔کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:نہیں،تم تو اس کی ایک تکلیف بھری آواز کا حق بھی نہیں ادا کر سکے۔ [1]

[11]...... حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عُمَارَةَ بنِ القَعقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ، [2] عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ؟ قَالَ: ((أُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ((أُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ((أُمُّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((أبوكَ)).

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب الادب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، حديث: 5971، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة و الآداب، باب بر الوالدين و أنهما أحق به، حديث: 2548.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس آدمی نے کہا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تمھاری ماں۔ اس آدمی نے کہا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری ماں۔اس آدمی نے کہا: پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تمھارا باپ۔

شرح الحدیث اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کو تین مرتبہ بیان کیا ہے اور چوتھی مرتبہ باپ کا ذکر کیا ہے۔اس سے ماں کی عظمت مزید واضح ہوجاتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ باپ کی عظمت اور خدمت کا چوتھا نمبر ہے، جو کہ ماں کی نسبت بہت کم ہے، لہٰذا باپ کی اہمیت

---

[1] الأدب المفرد، للبخاری: 18، حديث: 11، البر والصلة عن ابن المبارك وغيره، للمروزی: 19، حديث: 37، مكارم الأخلاق، لابن أبي الدنيا: 78، حديث: 235.

[2] مخطوطہ میں "عَن عَمَّارَة عَن ابنِ شبرمَة" جو کہ درست نہیں ہم نے صحیح البخاری کے مطابق درست کیا ہے۔

کم ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ دراصل ان احادیث میں ماں کی عظمت اور اہمیت بیان کرنا مقصود ہے۔ ماں کا ذکر زیادہ مرتبہ اس لیے ہے کہ بچے کے لیے جس قدر ماں تکالیف برداشت کرتی ہے، وہ باپ کی نسبت بہت شدید اور کٹھن ہیں۔

[12]...... حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: ((أُمَّكَ)) قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((أُمَّكَ))، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ أُمَّكَ))، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ((ثُمَّ أَبَاكَ)).

تخریج الحدیث الأدب المفرد، للبخاري: حديث: 5، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين و أنهما أحق به، حديث: 2548.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول! میں کس سے نیکی کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں سے۔ اس نے پوچھا، پھر کس سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بھی اپنی ماں سے۔ اس نے پوچھا: پھر کس سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بھی اپنی ماں سے۔ اس نے پوچھا: پھر کس سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اپنے باپ سے۔

والدین کی خدمت، جہاد فی سبیل اللہ سے مقدم ہے

[13]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو [1] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُجَاهِدُ۔ قَالَ: ((لَكَ أَبَوَانِ؟)) قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)).

تخریج الحدیث صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب لا يجاهد إلا بإذن الأبوين، حديث: 5972.

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں بھی جہاد کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تمھارے والدین ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر انہی

[1] مخطوطہ میں: ''عبداللہ بن عمر'' ہے جو کہ کاتب کی غلطی ہے۔

کے متعلق جہاد کر۔

شرح الحدیث جہاد کرنا نہایت اعلیٰ اور عظیم عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اغبَرَّت قَدَمَاهُ فِی سَبِیلِ اللَّهِ حَرَّمَهُ اللَّهُ عَلَى النَّارِ .)) ❶

''اللہ کی خاطر (فی سبیل اللہ) نکلنے میں جس انسان کے قدموں پر گرد وغبار (مٹی) پڑ گئی، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جہنم کے لیے حرام کر دیا ہے۔''

سیدنا مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لِلشَّهِيْدِ عِنْدَاللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَ يُرَى مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَ يُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ يَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَ يُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا وَ يُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَ يُشَفَّعُ فِي سَبْعِيْنَ مِنْ أَقَارِبِهِ .)) ❷

''اللہ کے ہاں شہید کے لیے چھ انعامات ہیں: ❶: سب سے پہلے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ❷: اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے۔ ❸: عذاب قبر سے محفوظ ہو گا اور (قیامت کی) خوفناک وحشت سے بچا لیا جائے گا۔ ❹: اس کے سر پر وقار کا تاج پہنایا جائے گا جس کا ایک موتی کل کائنات سے بہتر ہوگا۔ ❺: اس کی بہتر (72) حوروں سے شادی کی جائے گی۔ ❻: اس کے قرابت داروں میں سے ستر افراد کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

لیکن جہاد جیسے عظیم عمل کے لیے بھی اگر نکلنا ہے تو والدین کی اجازت اور والدین کی خوشی شامل حال ہونی چاہیے۔ ایسا ہرگز درست نہیں ہے کہ والدین پریشانی میں ہوں، انہیں شخصی سہارا اور بڑھاپے میں خدمتگار چاہیے ہو لیکن بیٹا انہیں اس حال میں چھوڑ کر جہاد کے لیے نکل پڑے۔ اسلام نے ہر عمل میں والدین کی ذات کو مقدم رکھا ہے۔ اس لیے والدین کو بے یارومددگار چھوڑ کر کسی بھی نیکی کی غرض سے دور دراز نکل جانا کسی صورت جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہ راست کی پہچان نصیب فرمائے۔ دور حاضر میں رائج، تبلیغ کا انداز بھی اسلام کی حقیقی روح کے بالکل منافی ہے۔ آدمی بظاہر تو نیکی کی غرض سے نکلتا ہے لیکن دراصل اس نے بہت سے حقوق کو پس

❶ صحيح البخاری، كتاب الجمعة، باب المشی الی الجمعة، حديث: 907.

❷ صحيح: سنن الترمذي: كتاب فضائل الجهاد، باب في ثواب الشهيد، حديث: 1663.

پشت ڈال دیا ہوتا ہے۔ اس کے ذمہ قابل ادا حقوق میں سب سے افضل اور اولیں حق اس کے والدین کا ہے، والدین ضرورت اور احتیاج کے باوجود منع نہیں کر پاتے، کیونکہ بظاہر نیکی کا عمل ہے۔ اسی طرح والدین کے بعد (شادی شدہ ہونے کی صورت میں) بیوی اور بچوں کے حقوق کا معاملہ ہے۔ اسلامی تعلیمات پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان گھر میں رہ کر بھی اگر بیوی سے ملاپ اور تعلق سے کنارہ کش رہے تو وہ بھی غلطی پر ہے، چہ جائیکہ مہینوں گھر سے باہر رہے۔

رسول اللہ ﷺ کو سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر ملی کہ وہ دن روزے کی حالت میں اور رات قیام میں گزارتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا:

((فَلاَ تَفعَل صُم وَأَفطِر وَقُم وَنَم فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَينِكَ عَلَيكَ حَقًّا وَإِنَّ لِزَوجِكَ عَلَيكَ حَقًّا.)) [1]

''اس طرح مت کرو، روزہ رکھو بھی اور چھوڑو بھی۔ قیام بھی کرو اور سویا بھی کرو۔ یقیناً تمھارے ذمہ تمھارے جسم کا حق ہے۔ تمھارے ذمہ تمھاری آنکھ کا حق ہے۔ تمھاری بیوی کا بھی تمھارے ذمہ حق ہے۔''

یہاں یہ بات ضرور ذہن نشین ہونی چاہیے کہ جہاد اور تبلیغ ایسے امور ہیں جن کے لیے ہر شخص کو ذاتی حیثیت میں حاضر ہونا فرض نہیں ہے۔ ان امور میں چند لوگ بھی مصروف عمل ہوں تو باقی قوم کی طرف سے نمائندگی ہو جاتی ہے۔ اور باقی قوم ان افراد کی مالی مدد کر کے ان کی نیکی میں شریک ہو سکتی ہے۔ قرآنی تصور بھی یہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [آل عمران: 104]

''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو اچھائی کی طرف دعوت دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، درحقیقت یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

لیکن جو عمل فرض و لازم ہے۔ جس کے لیے ذاتی حیثیت میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اس کی ادائیگی والدین اور اہل خانہ سے لمبی دوری کا باعث نہیں، ایسے فرض عمل کی ادائیگی کے لیے والدین سے اجازت کی

[1] صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لزوجك عليك حق، حديث: 5199.

ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ نماز پنجگانہ ہے۔

والدین کی خدمت، ہجرت سے مقدم ہے

[14]...... حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، أَخبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيْهِ [1]، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُهُ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَتَرَكَ أَبَوَيْهِ يَبْكِيَانِ؟ قَالَ: ((ارْجِعْ إِلَيْهِمَا، فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا)).

تخریج الحدیث امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔ مستدرك حاكم: 168/4، حديث: 7250۔ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ الأدب المفرد، للبخاری، حديث: 13، 19.

ترجمۃ الحدیث سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ہجرت کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔ اور اپنے والدین کو (بے سہارہ) روتے چھوڑ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ اور انہیں خوش کرو، جس طرح انہیں رلایا ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث مبارکہ میں بھی گزشتہ حدیث میں مذکور کیفیت سے مماثل معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد انسان کے لیے اس کے والدین کی فرمانبرداری کو مشروع اور لازمی قرار دیا ہے۔ لہٰذا تعلیم نبوی میں بھی والدین کی خدمت اور اطاعت کو اولیں ترجیح دی گئی ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں بیرون ملک جانے کی ایسی وبا ہے کہ جس کا سدباب حکومت مکمل طور پر کر سکتی ہے نہ ہی والدین اور سرپرست حضرات کو اس میں کوئی اختیار رہ گیا ہے۔ دوستوں کے بہکاوے میں آ کر یا من چاہی آزادی اور آوارگی کے حصول کے لیے والدین کی مرضی اور اجازت کے بغیر کمائی کی غرض سے ناجائز ذرائع استعمال کر کے بیرون ملک جانے والے نوجوان یہ بات حتمی طور پر ذہن نشین کر لیں کہ ان کی کمائی ان کے والدین کی دل آزاری اور پریشانی کا مداوا نہیں کر سکتی۔ اگر ان نوجوانوں کی والدین کے پاس عدم موجودگی اور بیرون ملک مصروفیت کے دوران ماں یا باپ وفات پا جائے تو یہ نوجوان بالکل روز قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے والدین کے مجرم کی حیثیت سے پیش ہوں گے۔ اور ایسا ہی بلکہ اس سے بھی بھیانک حال ان خواتین کا ہوگا جنہوں نے خاندان سے سرکشی اور بغاوت کر کے اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے گھر سے

---

[1] مخطوطہ میں "أُمِهِ" ہے، جو کتابت کی غلطی ہے۔

فرار ہوکر دنیا میں والدین کی عزت خاک میں ملا دی۔

اور یاد رکھیے قیامت کے دن کوئی کسی کو معاف نہیں کرے گا۔ ماں ہو یا باپ، بھائی ہو یا بہن، بیوی ہو یا اولاد؛ کوئی کسی کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اس لیے والدین کی خوش اوران کی خدمت کو جملہ دنیاوی و معاشرتی امور پر ترجیح اورفوقیت دی جائے۔ اور والدین کی خدمت کو اولیں ترجیح دینا انسان کی دعاؤں کی قبولیت کے لیے نہایت مؤثر ذریعہ اورمختلف مصائب اور پریشانیوں سے نکلنے کا راستہ بن جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سابقہ اقوام میں تین افراد کے بارے میں بیان کیا۔ وہ تینوں سفر میں تھے۔ دوران سفر طوفان بادوباراں نے انہیں گھیر لیا۔ وہ پناہ کے لیے ایک غار میں چھپ گئے۔ اچانک اوپر سے ایک پتھر گرا، جو اس غار کے دہانے پر رک گیا۔ اس سے غار کا راستہ بند ہوگیا۔ وہ تینوں آدمی مزید پریشان ہوگئے۔ انہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے التجا کرنا شروع کردی۔ ان میں سے ایک نے اپنا قابل ذکر اور نیک عمل یہ بیان کیا کہ یا اللہ! میرے بوڑھے والدین زندہ ہیں۔ میری بیوی اور بچے بھی ہیں۔ میں بکریاں چراتا ہوں۔ جب رات کو واپس آتا ہوں تو بکریوں کا دودھ دوہتا ہوں اورسب سے پہلے اپنے بوڑھے والدین کو پلاتا ہوں۔ ان کے بعد اپنی بیوی اور بچوں کو پلاتا ہوں۔ ایک روز مجھے بہت دیر ہوگئی، جب گھر پہنچا تو میرے والدین سو چکے تھے۔ میں نے ان انہیں بے آرام نہیں کیا (نیند سے جگایا نہیں) اور انہیں دودھ پلائے بغیر اپنے بچوں کو دودھ دینا پسند نہ کیا۔ حالانکہ میرے بچے میرے قدموں سے لپٹ کر دودھ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ لیکن میں اپنے والدین کے سرہانے کھڑا رہا حتی کہ صبح ہوگئی۔ یا اللہ! آپ کو تو علم ہے کہ یہ عمل میں نے فقط تیری رضا کے لیے کیا تھا؛ تو ہمیں اس غار سے نکلنے کا راستہ عطا فرما دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، دوسرے اور تیسرے نے بھی اپنے اعمال کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پریشانی ختم کردی اور ان کے لیے راستہ کھول دیا۔ [1]

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الادب، باب إجابة دعاء من بر والديه، حديث: 5974، صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعا، باب قصة أصحاب الغار الثلاثة، حديث: 2743، شعب الإيمان، للبيهقی: 262/10، حديث: 7468، السنن الكبرى، للبيهقی: 194/6، حديث: 11640.

صلہ رحمی کے ثمرات

[15]...... حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي ❶ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ))

تخريج الحديث صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، حديث: 5986.

ترجمة الحديث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں اضافہ اور اس کی عمر میں برکت ہو؛ تو وہ صلہ رحمی کرے۔

شرح الحديث اس حدیث مبارکہ میں عمومی صلہ رحمی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا اجر اس قدر زیادہ ہے تو والدین کے ساتھ صلہ رحمی کا اجر اور اس کی فضیلت تو بالا ولیٰ بے شمار ہوگی۔ کیونکہ والدین سے تعلق مضبوط ترین رکھنا، صلہ رحمی کرنا اور ہمدردی کرنا تمام تر رشتہ داروں کی نسبت نہایت مقدم اور اولیں حیثیت کا حامل ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بِرُّ الوَالِدَينِ يَزِيدُ فِي العُمُرِ .)) ❷

''والدین سے اچھا سلوک کرنا عمر میں اضافہ کرتا ہے۔''

عمر میں اضافے سے مراد یہ نہیں کہ اگر اس انسان کی زندگی پچاس برس لکھی گئی تھی تو اب اس کی زندگی ساٹھ برس کردی جائے گی۔ بلکہ اس اضافے سے مراد برکت ہے۔ والدین کی خدمت اور اطاعت کرنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ تھوڑی عمر میں بہت زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور تھوڑی عمر میں بہت زیادہ نعمتوں اور سعادتوں سے نوازتا ہے اور والدین سے حسن سلوک کرنے اور انہیں اہمیت دینے والوں کو اللہ تعالیٰ کبھی مایوس اور پریشان نہیں چھوڑتا۔

---

❶ مخطوطہ میں ''أخبَـرَنـي'' کے بعد ''عَنْ'' بھی ہے۔ یہی حدیث اسی سند اور اسی متن کے ساتھ صحیح البخاری میں بھی مذکور ہے ہم نے صحیح البخاری میں مذکور سند کے مطابق ''عَن'' کو حذف کردیا ہے۔

❷ طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها، لأبی الشيخ الأصبهانی: 295/4.

محض دعویٰ نہیں، بلکہ عملی خدمت کرو

[16]...... قَالَ الْبُخَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، (حَدَّثَنا سُفيَانُ الثَّورِيُّ) ❶ عَنْ أَبِيْ حَيَّانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ قَالَ: مَا عَرَضْتُ قَوْلِيْ عَلٰى عَمَلِيْ إِلَّا خَشِيْتُ أَنْ أَكُوْنَ مُكَذَّبًا. ❷

تخریج الحدیث الشیخ حسین سلیم اسد فرماتے ہیں: اس سند میں انقطاع ہے جس کی وجہ سے یہ سند ضعیف ہے۔ انقطاع یہ ہے کہ ابوحیان تیمی نے ابراہیم تیمی سے روایت نہیں سنی۔ امام ابراہیم بن زید تیمی رحمہ اللہ کا قول امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب خوف المؤمن من أن یحبط عملہ وھو لا یشعر۔ یہ اثر اسی سند اور اسی متن کے ساتھ التاریخ الکبیر میں مذکور ہے۔ دیکھئے: التاریخ الکبیر، للبخاری: 335/1، حدیث: 1054۔ مزید حوالہ کے لیے دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبة: 160/7، حدیث: 34970۔ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة: لعلامة الالکائی: 929/4، الصمت وآداب اللسان، لإبن أبی الدنیا، ص: 90، حدیث: 104، و ص: 266، حدیث: 576، الزهد، لإبن حنبل، ص: 288، حدیث، 2071.

ترجمة الحدیث ابراہیم بن زید التیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنا قول اپنے عمل سے ملایا تو مجھے خدشہ ہوا کہ میں جھوٹا قرار نہ دے دیا جاؤں۔

شرح الحدیث مخطوطہ میں اس قول کے ساتھ حاشیہ میں مرقوم عبارت کے مطابق اس قول کا مناسب مقام یہاں نہیں بلکہ 40 نمبر پر مذکور روایت کے ساتھ ہے۔ جس میں امام ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں نے اپنے دل میں جنت کا نقشہ اس طرح بنایا...۔''

اس قول کو ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بات بیان کرنا چاہی ہے کہ مومن کے لیے کسی صورت یہ مناسب اور جائز نہیں کہ اپنے قول وفعل میں تضاد رکھے۔ والدین کی عظمت اور ان کے حقوق کا اعتراف تو کرے لیکن اس پر خود عمل نہ کرے۔ یہ نفاق ہے جو بلاشبہ خطرناک اور قبیح ترین جرم ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کی

❶ بریکٹ والے الفاظ مخطوطہ سے ساقط ہیں۔ ہم نے دیگر مصادر کی روشنی میں ثابت کر دیے ہیں۔

❷ یہ اثر؛ دارالحدیث الکتانیہ بیروت کے مطبوعہ نسخہ کے محقق: بسام بن عبدالکریم الحمزاوی نے ابراہیم التیمی کے دوسرے اثر کے ساتھ روایت نمبر: 39 پر (ہماری ترقیم کے مطابق روایت نمبر: 40 کے بعد) نقل کیا ہے۔

نیکیاں ضائع ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس قول کو صحیح البخاری میں ”بَابُ خَوفِ المُؤمِنِ مِن أَن یَحبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لا یَشعُرُ“ کے تحت تعلیقاً بیان کیا ہے۔ یہی بیان دیگر مصادر میں بھی مذکور ہے۔ ❶

اگر ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کے اس قول کو اسی مقام پر تسلیم کیا جائے تو اس کا تعلق اس سے متصل سابقہ، سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے ساتھ ہوگا۔ جس سے اس کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان دعائیں بھی مانگے اور خواہش بھی رکھے کہ اس کے رزق اور مال میں اضافہ ہو؛ تو اسے تب تک یہ اضافہ و برکت نصیب نہیں ہوگی جب تک عملی طور پر اس کے لیے حقیقی کاوش نہ کرے، اور وہ حقیقی کاوش ہے: والدین سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنا۔

والدین کی خدمت سے عمر اور رزق میں برکت

[17]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْخُزَاعِيُّ ، حَدَّثَنَا حَزْمُ بْنُ أَبِي حَزْمٍ الْقُطَعِيُّ : سَمِعْتُ مَيْمُونَ بْنَ سِيَاهٍ ، (قَالَ) ❷ : سَمِعْتُ أَنَساً رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمْرِهِ وَ يُزَادَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ)) .

تخریج الحدیث إسناده حسن: شعب الإيمان، للبيهقي: 264/10، حديث: 7471، الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك، لإبن شاهين ، ص: 163، حديث : 570، مكارم الأخلاق، لإبن أبي الدنيا، ص: 82، حديث: 244 .

ترجمة الحدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر دراز اور اس کے رزق میں اضافہ ہو؛ تو اسے چاہیے کہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

شرح الحدیث اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ اس نے انسان کے لیے حصول روزگار کے مختلف انداز اور مختلف مواقع بنائے ہیں۔ بہت سے لوگ بآسانی، رزق و معاش کے حصول میں کامیاب ہوجاتے ہیں جبکہ اکثر افراد حصول رزق اور معاشی بہتری حاصل کرنے میں بظاہر ناکام نظر آتے ہیں۔ ان کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکمت یا ان افراد کے کسی عمل کے اثرات ونتیجہ کارفرما ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

❶ دیکھیے: مصنف ابن ابی شیبة: 160/7، حديث: 34970، شرح اصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، للالكائي: 929/4 .

❷ ”قَالَ“ مخطوطہ سے ساقط ہے۔ دیگر نسخوں کے مطابق ہم نے نقل کیا ہے۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ [الروم: 41]

''لوگوں کے کرتوتوں کے سبب ہی دشت و دریا میں خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔''

اگر انسانی اعمال کے اثرات ونتیجہ کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو انسان کے رزق میں کمی اور معاشی بدحالی کی ایک وجہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے انحراف بھی ہے۔ جس کا زیر بحث حدیث مبارکہ میں واضح تذکرہ موجود ہے۔

کاروبار، رزق اور معاش میں کمی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بظاہر آمدن بہت زیادہ ہو، کاروبار میں بہت تیزی ہو لیکن اس سے حاصل ہونے والی رقم حرام، ناجائز اور غیراخلاقی کاموں میں صرف ہوتی ہو، یا وہ رقم بیماریوں کے علاج، عدالتی مقدمات اور لڑائی جھگڑوں میں خرچ ہوتی ہو۔ (الا ماشاء اللہ) اور انسان کو اس کی دولت کا خاطر خواہ فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو۔ اس صورت حال کو بے برکتی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت حال سے نکلنے کے لیے بھی والدین کی دعاؤں کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔

عمر میں اضافے کا بھی یہی مطلب ہے کہ اس شخص کی زندگی برکت والی ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کی عمر اللہ تعالیٰ نے پچاس برس لکھی ہے تو والدین کی خدمت و اطاعت کی وجہ سے اس کی عمر ساٹھ برس ہوجائے گی۔ بلکہ عمر میں برکت کا مفہوم یہ ہے کہ اس شخص کو اس کی مختصر زندگی میں اسے زیادہ نیکیاں، زیادہ نفع مند اعمال، زیادہ عزت اور کم عرصہ میں زیادہ برکتیں نصیب ہوتی ہیں۔

لہٰذا جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے کاروبار میں برکت ہو؛ اس کی دولت اس کے لیے مفید ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو؛ تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اپنے والدین کی ضروریات پوری کرے، اپنے والدین کی خدمت کرے اور انہیں ہر آسائش و آسانی مہیا کرے جس کی انہیں بالخصوص بڑھاپے میں ضرورت ہے۔

والدین سے بددعا مت لو

[18]...... حَدثنا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِيْ كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَهُنَّ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ

الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہِ))

تخریج الحدیث سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی دعوة الوالدین، حدیث : 1905، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ سنن ابن ماجة، کتاب الدعاء، باب دعوة الوالد و دعوة المظلوم، حدیث : 3862 ۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ الأدب المفرد، للبخاری، حدیث: 32، البر والصلة، لابن الجوزی، حدیث : 185.

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والدین کی، اپنی اولاد کے لیے بددعا۔

شرح الحدیث ماں باپ کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے ہمیشہ اچھے الفاظ استعمال کریں۔ بددعا کرنے سے گریز کریں۔ کیونکہ والدین کی بددعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ والدین اولاد کو بددعا اسی وقت دیتے ہیں جب اولاد انہیں پریشان، ذلیل اور دکھی کرے۔ پھر والدین کا دکھی دل، جو الفاظ زبان تک پہنچاتا ہے ان الفاظ کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوتی۔

والدین بڑھاپے کے باعث جلد باز اور حساس طبیعت ہوجاتے ہیں۔ انہیں معمولی سی عدم توجہی بہت زیادہ دکھ پہنچاتی ہے۔ ایسے میں بھی والدین اکثر اوقات سخت اور خطرناک الفاظ، اپنی اولاد کے لیے بول دیتے ہیں۔ جس کا نقصان بہت زیادہ اور بہت جلد سامنے آجاتا ہے۔ اسی لیے والدین محتاط رویہ اپنائیں تو بہتر ہے۔ ایسی ہی کیفیت سے دوچار ہونے والے ایک عبادت گزار شخص، جریج کا تذکرہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسے اس کی ماں نے آواز دی لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا۔ اس نے ماں کو جوابی آواز نہ دی۔ ماں نے بار بار آواز دی لیکن بیٹے کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ماں کا دل دکھ گیا اور ماں نے جلد بازی میں بیٹے کے لیے بددعا کردی کہ تب تک تجھے موت نہ آئے جب تک تجھ پر بے حیائی کا دھبہ نہ لگ جائے۔ ماں تو واپس پلٹ گئی۔ ادھر بادشاہ کے دربار میں ایک مقدمہ آیا کہ ایک غیر شادی شدہ عورت نے ناجائز بچے کو جنم دیا ہے۔ بادشاہ کے استفسار پر اس عورت نے اس جرم کے شراکت دار اور اس بدکاری کے مرتکب کے طور پر اسی عبادت گزار، جریج کا نام لیا۔ بادشاہ کے حکم پر جریج کو مارتے پیٹتے، دربار میں پیش کیا گیا۔ اسے سارا ماجرا بتایا تو اس نے اس نومولود (بچے) سے پوچھا: تمھارا باپ کون ہے؟ اس بچے نے بتایا کہ فلاں چرواہا میرا باپ ہے۔ بے گناہی ثابت ہوجانے کے بعد جریج مسکرایا۔ مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو بتایا کہ دراصل یہ ذلت اور پریشانی میری

والدہ کی بددعا کے باعث ہوئی ہے۔ ❶

البتہ والدین کی بددعاؤں سے بچنا اور ان کی دعائیں لینا اولاد کا اولیں فریضہ ہے۔ اپنے والدین کو خوش رکھیں تاکہ وہ کبھی آپ کے لیے بددعا نہ کریں، بلکہ ہمیشہ تمھارے حق میں اچھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں۔

کعب الاحبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس اولاد نے والدین کو اس قدر ستایا کہ والدین اس کے لیے بددعا کرنے پر مجبور ہو گئے، وہ اولاد والدین کی نافرمان ہی تو ہے۔ ❷

والدین کے نافرمان کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا

[19]...... حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخبرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ يَزِيدَ الْبَصْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا: عَاقٌّ وَمَنَّانٌ وَمُكَذِّبٌ بِقَدَرٍ)).

تخریج الحدیث إسناده حسن: مسند أبي داود الطيالسي: 452/2، حديث: 1227، الترغيب والترهيب، لقوام السنة: 289/1، حديث: 464، السنة، لإبن أبي عاصم: 142/1، حديث: 323.

ترجمة الحديث سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نفل عبادت قبول کرتا ہے نہ فرض عبادت: والدین کا نافرمان، احسان جتلانے والا اور تقدیر کا انکار کرنے والا۔

شرح الحديث نہایت بدبخت ہے وہ انسان جس کے والدین اس سے ناراض اور دکھی ہوں۔ ظاہری طور پر وہ کتنا ہی نیکوکار اور لوگوں کی نظروں میں کتنا ہی اچھا انسان ہوں۔ لیکن اگر اس کے والدین اس سے دکھی اور ناراض ہیں۔ اس نے والدین کی عزت اور خدمت کرنے سے منہ پھیر رکھا ہے۔ والدین سے بدتمیزی کرتا، انہیں مارتا اور ان کی صحت وضروریات کا بالکل خیال نہیں رکھتا تو وہ شخص حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں یہ

❶ صحيح البخاري، كتاب احاديث الانبياء، حديث: 3436، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تقديم برالوالدين على التطوع بالصلاة، حديث: 2550، الادب المفرد، للبخاري: ص: 26، حديث: 33.

❷ حلية الاولياء و طبقات الاصفياء، لابى نعيم: 22/6.

بات جان لے کہ اس کی کوئی نیکی، کوئی صدقہ، فرض ونفل کسی قسم کی کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ روز قیامت وہ خائب و خاسر رہے گا۔ ذلیل و رسوا ہوگا، جنت سے محرومی اور دوزخ میں داخلہ اس کا مقدر ٹھہرے گا۔ چاہے اس نے کتنی ہی مساجد بنائی ہوں، کتنے ہی مساکین اور غریبوں سے تعاون کیا ہو، کتنی ہی اجتماعی شادیوں کی صورت میں نادار لوگوں کا بوجھ ہلکا کیا ہو، حتی کہ کتنے ہی حج وعمرے ادا کیے ہوں، اس کی کوئی نیکی کسی کام نہیں آئے گی اگر اس کے والدین اس سے ناراض ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ ﴾ [الإسراء : 23]

”تمھارے رب نے حکم جاری فرمایا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک، تمھاری زندگی میں بوڑھا ہوجائے تو انہیں اُف بھی نہ کہو۔ اور ان سے سخت کلامی نہ کرو۔ ان دونوں کے ساتھ اچھی بات ہی کرو۔“

اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ ملا کر اس لیے بیان کیا ہے کہ لوگوں پر یہ بات واضح ہوجائے کہ جس طرح اللہ کی عبادت کرنا ضروری اور فرض ہے اسی طرح والدین کی اطاعت و خدمت بھی ضروری اور فرض ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کرنے اور اس سے دوری اختیار کرنے والا کسی صورت اللہ کے عذابوں سے نہیں بچ سکے گا، اسی طرح والدین کا نافرمان بھی کسی صورت عذاب سے نہیں بچے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنا قرب اسی شخص کو عطا فرماتا ہے جو اپنے والدین کا فرمانبردار اور ان سے حسن سلوک کرنے والا ہو۔ امام عطا بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: میں نے ایک عورت سے شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس عورت نے انکار کردیا۔ اور کسی دوسرے شخص سے شادی کر لی۔ اس شخص کو وہ عورت پسند کرتی تھی۔ مجھے غیرت آئی میں نے اس عورت کو قتل کردیا۔ کیا میرے لیے معافی ہے؟ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمھاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرو، اور جیسے بھی ممکن ہو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو۔ عطاء بن یسار رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اس آدمی سے اس کی ماں کے زندہ ہونے کے بارے میں کیوں پوچھا؟ انہوں نے فرمایا:

((إِنِّی لَا أَعلَمُ عَمَلًا أَقرَبَ إِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِن بِرِّ الوَالِدَةِ .)) ❶

''والدین کے ساتھ حسن سلوک سے بڑھ کر، میرے علم میں کوئی عمل ایسا نہیں جو عمل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا ہو۔''

اس شخص نے والدین کا حق ادا کر دیا

[20]...... حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِی صَالِحٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَا يَجْزِی وَلَدٌ وَالِدَهُ ❷ إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ)) .

تخریج الحدیث الأدب المفرد، للبخاری، حدیث : 10، صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب فضل عتق الوالد، حدیث : 1510، سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی بر الوالدین، حدیث: 5137 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹا اپنے والد کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ البتہ (اس صورت میں ممکن ہے کہ) اگر وہ غلام ہو تو اسے خرید کر آزاد کردے۔

شرح الحدیث اس حدیث میں بالخصوص والد کا ذکر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اہمیت وعظمت کے اعتبار سے والد کا درجہ بھی بے مثال ہے۔ کیونکہ معاشرے کی سختیاں جھیل کر اپنی اولاد کو آسانیاں فراہم کرنا والد ہی کی عظمت ہے۔ لہٰذا ماں کے مقابلے میں باپ کو کم اہمیت دینے والوں اور ماں کی عظمت سے متعلق احادیث سے سطحی استدلال کر کے باپ کی قدر کو کم کرنے والوں کے لیے اس حدیث میں نہایت واضح پیغام ہے۔

غلامی کی زندگی نہایت اذیت ناک ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے مختلف معاشرتی امور میں کفارے کے طور پر غلاموں کی آزادی کا حکم عام کیا ہے۔ اور غلام کو آزادی دلانا بہت عظیم عمل ہے۔ اگر کسی کے والدین غلام ہیں تو ان کی آزادی کے لیے قیمت ادا کر کے انہیں غلامی کی زندگی سے نکالا جائے تو یہ ایسا عظیم عمل ہے کہ اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ اس بیٹے نے اپنے والدین کی محبتوں اور شفقتوں کا حق ادا کر دیا۔ ورنہ دنیا کا کوئی

❶ الادب المفرد، للبخاری، ص : 15، حدیث : 4، شرح اصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، للالکائی : 1124/6، حدیث : 1957 .

❷ مخطوطہ میں ''وَالِدَيْهِ'' ہے۔ جبکہ ہم نے الأدب المفرد وغیرہ کی روشنی میں اسے درست کر دیا ہے۔

عمل ایسانہیں ہے جس کی بنا پر شریعت اسلامیہ نے یہ گارنٹی دی ہو کہ اس عمل کو بجالانے سے تم اپنے والدین کے حقوق کما حقہ ادا کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ والدین کو غلامی سے آزاد کرانے والے بیٹے یا بیٹی میں یہ جرأت پیدا ہوجائے کہ وہ اب والدین کی خدمت سے کنارہ کشی اختیار کرلے۔ بلکہ ان کی خدمت کرنے اور ان کا سہارا بننے کا حق پھر بھی اس کے ذمہ باقی رہتا ہے۔ جو اس بیٹے/بیٹی کے لیے روز قیامت کامیابی اور درجات و مقام کی بلندی کے کا باعث ہوگا۔

والدین، یا ان میں سے کوئی ایک کسی کا مقروض ہو اور اس قرض کے بدلہ میں اس شخص کی خدمت اور نوکری پر مامور ہو تو ایسی صورت میں اولاد اپنے والدین کا قرض ادا کر کے انہیں قرض سے خلاصی دلائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عظیم عمل ہے۔ اگر والدین وفات پا جائیں اور ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو اولاد کی ذمہ داری ہے کہ اپنے والدین کا قرض ادا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَفسُ المُؤمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَينِهِ حَتَّى يُقضَى عَنهُ .)) ❶

''انسان کی جان اس کے ذمہ قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے جب تک اس کی طرف سے قرض ادا نہ کردیا جائے۔''

اس حدیث میں قرض کی تمام اقسام اور تمام نوعیتیں آجاتی ہیں۔ مثلاً: انسانوں کا قرض، کسی عمل کا کفارہ، کوئی مانی ہوئی نذر، حج، روزہ، زکاۃ وغیرہ میں سے کسی بھی قسم کی ادائیگی فوت شدہ والدین کے ذمہ واجب الاداتھی تو اولاد کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ادائیگی کریں۔ اگر نقدی و رقم کی صورت میں قرض ہے تو اس کی ادائیگی کا طریقہ تو واضح ہے۔ البتہ دیگر امور کی ادائیگی کے متعلق شرعی راہنمائی یہ ہے کہ جو کام والدین کے ذمہ فرض تھا، یا انہوں نے نذر مان کر اپنے ذمہ فرض کرلیا تھا، یا کسی عمل کی بنا پر کوئی کفارہ ادا کرنا ان کے ذمہ واجب تھا؛ ان تمام کی ادائیگی اولاد کرے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میری والدہ وفات پا گئی ہیں۔ ان کے ذمہ ایک ماہ کے روزے تھے۔ کیا وہ روزے مجھے رکھنا ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَم قَالَ: فَدَينُ اللَّهِ أَحَقُّ أَن يُقضَى .)) ❷

❶ صحیح: سنن الترمذی، ابواب الجنائز، باب ما جاء عن النبی ﷺ نفس المؤمن معلقة بدینه، حدیث: 1078.

❷ صحيح البخاری، کتاب کتاب الصوم، باب من مات و علیه الصوم، حدیث: 1953.

''ہاں۔ اللہ تعالیٰ کا قرض اولیں حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔''

شیخ الحرم عبدالعزیز بن ابی روّاد، ازدی (تبع تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِذَا كَـانَ الرَّجُلُ بَارًّا بِأَبَوَيهِ فِي حيَاتِهِمَا ثُمَّ لَم يَفِ بَعدَ مَوتِهِمَا بِنذُورِهِمَا وَلَمْ يَـقْـضِ ديُـونَهـمَا كُتِبَ عِندَ اللَّهِ عاقًا وَإِذا كَانَ لَم يبرَّهُمَا فِي حَيَاتِهِما ثُمَّ أوفَى بِنذورِهمَا وَقضَى ديُونَهمَا كتِبَ عِندَاللَّه بَارًّا" [1]

''اگر کوئی شخص والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کرتا تھا، لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی مانی ہوئی کسی نذر کو پورا نہیں کرتا یا ان کا قرض ادا نہیں کرتا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں والدین کا نافرمان لکھ دیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی وحسن سلوک نہ کرسکا لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی مانی ہوئی نذر کو پورا کرتا اور ان کا قرض ادا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں والدین کا فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے۔''

والدین کی نافرمانی؛ کبیرہ گناہ ہے

[21]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنِي الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ أَبِـيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟)) ثَـلَاثًا۔ قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ)، قَالَ: ((اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْـوَالِـدَيْنِ)) وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: ((وَقَوْلُ الزُّورِ))۔ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ.

تخريج الحديث صحيح البخاری، كتاب الشهادات، باب فی شهادة الزور، حديث: 2654، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر و أكبرها، حديث: 87.

ترجمة الحديث سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول، ضرور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] شرح السنة، للبغوی: 33/13، تحت حديث: 3445.

ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا: جھوٹی بات (بھی کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ہے)۔ آپ ﷺ بار بار یہی کہتے رہے حتی کہ ہم (دل ہی دل میں) کہنے لگے کہ کاش آپ ﷺ خاموش ہوجائیں۔

شرح الحدیث قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ [الإسراء : 23]

''تمھارے رب نے حکم جاری فرمایا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان: "الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَ عقُوقُ الوَالِدَينِ" ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، کبیرہ گناہ ہیں۔'' کا اسلوب ایک جیسا ہے۔ جو اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور والدین کی کی فرمانبرداری انسانی زندگی میں ایسے اہم ترین اعمال ہیں جن کا ساتھ ساتھ چلنا یقینی اور ضروری ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک بھی عمل میں کوتاہی اور بددیانتی کا مرتکب کسی صورت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔

بعض کام ایسے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں سے معافی عطا فرماتا ہے۔ مثلاً: حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے، مسجد کی طرف نماز کی ادائیگی کے لیے آتا ہے تو ہر قدم کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے۔ ❶

اسی طرح ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل کرتے ہیں۔ اور اس کے دس گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اور دس درجات بلند کردیے جاتے ہیں۔ ❷

اسی طرح متعدد اعمال ایسے ہیں جن کے باعث گناہوں کی معافی کا ہونا احادیث میں مذکور ہے۔ لیکن ان احادیث میں جن گناہوں کا ذکر ہے وہ صغیرہ (چھوٹے) گناہ ہیں۔ جبکہ والدین کی نافرمانی کبیرہ (بڑا) گناہ ہے۔ جو شخص والدین کا نافرمان ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا بڑا مجرم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے صغیرہ گناہ بھی

---

❶ صحيح البخاري: كتاب الجماعة والإمامة، باب فضل صلاة الجماعة، حديث : 647.

❷ سنن النسائي: صفة الصلاة، باب الفضل في الصلاة على النبي، حديث : 1297، مسند أحمد : 102/3، حديث : 12017.

معاف نہیں کریں گے چاہے وہ شخص کتنے ہی نیک اعمال کیوں نہ کرلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ [النساء : 31]

''اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو گے، جن سے تمھیں منع کیا گیا ہے۔ تو پھر ہم تمھارے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے۔''

والدین کی نافرمانی ایسا بڑا گناہ ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شدید ناراض ہوتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَدخُلُ الجَنَّةَ عَاقٌّ لِوَالِدَيه .)) [1]

''والدین کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔''

والدین کے ساتھ بدسلوکی کی بہت سی نوعیتیں اور صورتیں ہیں۔ جن میں سے کچھ صورتیں بعض بدبخت اولادوں نے جان بوجھ کر اپنا رکھی ہیں۔ اور کچھ معاشرے میں تربیت کے فقدان اور لاعلمی کے باعث رواج پا گئی ہیں۔ اورافسوس کی بات یہ ہے کہ ان صورتوں کو نافرمانی تصور نہیں کیا جاتا، جبکہ ان سے بچنا اور والدین کا احترام کرنا نہایت ضروری ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا فرمان اس حوالے سے بہترین راہنما قول ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو دیکھا تو ان میں سے ایک سے پوچھا: یہ تمھارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا: میرے ابا جان ہیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَا تُسَمِّهِ بِاسمِهِ وَلَا تَمشِ أَمَامَهُ وَلَا تَجلِس قَبلَهُ .)) [2]

''اپنے والد کو کبھی نام لے کر نہیں پکارنا، اور نہ ہی اس کے آگے چلنا، اور نہ ہی اس سے پہلے بیٹھنا۔''

اسی طرح بہت سے لوگ اپنے والدین کے لیے گالی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ بھی والدین کے ساتھ بدسلوکی کی ایک صورت ہے، لکن اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اپنے والدین کو خود گالی دینے والا تو بلاشبہ بہت بڑا مجرم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی سزا کا مستحق ہے۔ لیکن ایک وہ شخص جو براہ راست اپنے والدین کو گالی نہیں دیتا لیکن ان کے لیے گالی کا سبب بنتا ہے۔ اس کی ایک نوعیت یہ ہے انسان کسی دوسرے شخص کے والدین کو گالی دے اور وہ

---

[1] مصنف عبدالرزاق : 454/7، حدیث : 13859 .

[2] الادب المفرد، للبخاری، ص: 30، حدیث: 44۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

شخص اس گالی کے بدلے میں اس انسان کے والدین کو گالی دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِن أَكبَرِ الكَبَائِرِ أَن يَلعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيهِ .))

''کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے والدین پر لعنت کرے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! انسان اپنے والدین پر کیسے لعنت کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ .)) [1]

''یہ انسان کسی دوسرے انسان کے والدین کو گالی دے، تو وہ انسان بدلے میں اِس کے والدین کو گالی دے۔''

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمان ہونے والے، یہودیوں کے بہت بڑے عالم کعب الاحبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ اگر والدین نے اپنے بچے کو آواز دی لیکن وہ ان کے بلانے پر نہ آیا، تو اس نے والدین کی نافرمانی کی۔ جس اولاد نے والدین کو اس قدر ستایا کہ والدین اس کے لیے بددعا کرنے پر مجبور ہوگئے تو وہ بھی والدین کا نافرمان ہے۔ جو انسان والدین کے رونے کا سبب بنا وہ بھی والدین کا نافرمان ہے۔ جس نے والدین کی امانت میں خیانت کی وہ بھی والدین کا نافرمان ہے۔ جس نے والدین سے ایسا مطالبہ کیا جس سے والدین نے کوئی کام کہا جو کام اس کے بس میں ہے لیکن اس نے اختیار ہوتے ہوئے بھی والدین کو انکار کر دیا وہ بھی والدین کا نافرمان ہے۔ اور جس شخص نے اپنے والدین سے ایسا مطالبہ کیا جس کو پورا کرنے کی ان میں ہمت نہیں تو وہ شخص بھی والدین کا نافرمان ہے۔'' [2]

البتہ بعض امور ایسے ہیں جن میں والدین کی بات نہ ماننا عقوق و نافرمانی نہیں ہے۔ لیکن اس میں بھی والدین کے ساتھ بدتمیزی اور ترش رویہ رکھنا حرام ہے۔ ادب واحترام کا ہر صورت لحاظ رکھا جائے گا۔

---

[1] صحيح البخاری، كتاب الادب، باب لا يسب الرجل والديه، حديث: 5973، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، حديث: 90.

[2] حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، لأبی نعيم الأصبهانی: 22/6.

❁:...... سچی گواہی دینا: اگر کسی موقع پر گواہی کی نوبت آئے اور وہ گواہی اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کے خلاف ہو تو اس وقت حق کا دامن تھامنا اور سچی گواہی دینا والدین کی نافرمانی کے زمرے میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ﴾ [النساء : 135]

''اے ایمان والو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری اپنی ذات یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو۔''

❁:...... ماں باپ کی قسم نہ اٹھانا: والدین سے محبت کے اظہار کا یہ انداز ہرگز نہیں ہے کہ انسان اپنے والدین کی قسم اٹھائے۔ اور ان کی قسم نہ اٹھانا ان کی نافرمانی نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُم وَلَا بِأُمَّهَاتِكُم وَلَا بِالأَنْدَادِ وَلَا تَحلِفُوا إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحلِفُوا بِاللَّهِ إِلَّا وَأَنْتُم صَادِقُونَ .)) [1]

''اپنے باپوں، ماؤں اور غیر اللہ کی قسمیں نہ اٹھاؤ۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قسم اٹھاؤ۔ اور اللہ کی قسم بھی تب اٹھاؤ جب تم سچے ہو۔''

❁:...... والدین کا رکھا ہوا نام تبدیل کرنا: اگر انسان اپنا یا اپنے کسی عزیز کا نام تبدیل کرتا ہے، جبکہ اس کا وہ نام اس کے والدین نے رکھا تھا، تو نام تبدیل کرنا والدین کی نافرمانی نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ نے غیر مناسب نام تبدیل کر دیے تھے۔

❁:...... رفیق حیات کے انتخاب میں اختلاف کرنا: اگر والدین اپنی بیٹی یا بیٹے کی شادی کسی ایسے گھرانے میں یا کسی ایسے فرد سے کرنا چاہیں جہاں ان کی بیٹی یا بیٹا راضی نہیں۔ لیکن والدین زبردستی اس کی شادی کرنا چاہتے ہوں تو لڑکی یا لڑکا اپنے والدین کی تجویز کے خلاف بات کرسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک لڑکی آئی اور اس نے کہا: میرے ابا، میری شادی اپنے بھتیجے کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے بھتیجے کے عیب کو ڈھانپ سکیں۔ لیکن میں اس رشتے پر راضی نہیں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحیح: سنن أبی داؤد، کتاب الأیمان والنذور، باب فی کراهیة الحلف بالآباء، حدیث: 3248.

اس لڑکی کی خواہش کے مطابق اسے فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔ [1]

لیکن یہاں یہ بات پیش کرنا ضروری ہے کہ اس حدیث کی آڑ میں اپنے معاشقے کو والدین کی صحیح، باوقار اور مفید تجویز کے سامنے مد مقابل کے طور پر پیش کرنا بہرصورت نافرمانی ہے۔ حدیث میں اجازت ایسی صورت سے متعلق ہے کہ جب تجویز شدہ جیون ساتھی یا سسرال میں کوئی اخلاقی، مذہبی یا علمی و معاشرتی اعتبار سے خرابی پائی جائے۔ اور ایسی صورت میں والدین کی تجویز کے خلاف خود فیصلہ کرنا اور انتہائی قدم اٹھانا بھی غلط ہے ایسی صورت میں خاندان کے بڑوں اور معتبر افراد کے سامنے معاملہ رکھا جائے گا اور وہ اس کے متعلق فیصلہ دیں گے۔

❁:...... غیر محرم سے مصافحہ نہ کرنا: ہمارے معاشرے میں باوجود مسلمان ہونے کے، ایسی ایسی خرافات رواج پا گئی ہیں کہ انہیں اعلی خاندانی اقدار (ہائی سوسائٹی کی پہچان) قرار دیا جاتا ہے، شرم وحیاء کا جنازہ نکل چکا ہے۔ الا ماشاء اللہ، کچھ خاندان میڈیا کے ذریعے پھیلتی ہوئی بے حیائی کے اس تیز ترین دور میں بھی اپنی اولاد کو صحیح اسلامی ماحول دے رہے ہیں۔ یقیناً یہ لوگ خوش قسمت اور لائق تحسین ہیں۔

البتہ اگر والدین اپنے بیٹے یا بیٹی کو خالہ زاد، ماموں زاد، چچا زاد، پھوپھی زاد یا کسی بھی غیر محرم کے ساتھ مصافحہ کرنے کا کہیں، یا الگ بیٹھنے اور گپ شپ کرنے کا ماحول دیں تو ایسی صورت میں بیٹا اور بیٹی اپنے ماں باپ کی یہ بات نہیں مانیں گے۔ اور انہیں اس پر نافرمانی کا مرتکب قرار نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کے امور میں والدین کی بات بھی نہیں مانی جائے گی۔

❁:...... داڑھی نہ منڈوانا: ہم مغربی یلغار کے اس قدر شکار ہو چکے ہیں کہ اب اسلامی شعائر سے بھی ہمارے بہت سے خاندانوں کو نفرت ہوگئی ہے۔ بالخصوص نوجوان لڑکے کو داڑھی رکھنے میں ایک مسئلہ یہ بھی ذہن نشیں کر دیا گیا ہے کہ داڑھی کی وجہ سے اچھے خاندان سے رشتہ ملنا مشکل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر والدین اپنے بیٹے کو کہیں کہ داڑھی منڈواؤ تو ایسی صورت میں بیٹا والدین کی بات نہیں مانے گا۔ اور وہ والدین کی نافرمانی کا مرتکب نہیں ہوگا۔ لیکن یہ بات بہرصورت یاد رکھنی ہوگی کہ والدین کے ساتھ بدتمیزی یا بدزبانی کرنا حرام ہے۔

❁:...... اگر والدین اپنے بیٹے کو نماز باجماعت کے لیے مسجد میں جانے سے منع کریں تو اس بات میں والدین کی فرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے؛ وہ

[1] مسند احمد بن حنبل، حدیث: 25043 (مؤسسة الرسالة)]

فرماتے ہیں:

"إِن مَنَعَتهُ أُمُّهُ عَنِ العِشَاءِ فِي الجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَم يُطِعهَا." ❶

''اگر انسان کو اس کی ماں، شفقت کی بنا پر نماز عشاء باجماعت ادا کرنے کے لیے جانے سے روکے تو وہ انسان اس کی اطاعت نہ کرے۔''

❁:......خاوند کی اطاعت کو مقدم رکھنا: جب عورت شادی شدہ ہو تو اس کے لیے خاوند کی اطاعت کرنا سب سے مقدم ہے۔ لیکن ضروری یہ ہے کہ اس کی اطاعت نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہو، اور ایسے کاموں میں ہو جو شریعت کے منافی نہیں۔ شریعت اسلامیہ سے متصادم ومخالف، اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت و نافرمانی اور والدین کے ساتھ بدتمیزی و بدزبانی جیسے امور میں بیوی، اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرنے کی مکلّف نہیں ہے۔

بدبخت اولاد

[22]...... حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((رَغِمَ أَنْفُهُ، رَغِمَ أَنْفُهُ، رَغِمَ أَنْفُهُ)) قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ؟ قَالَ: ((مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ؛ أَوْ أَحَدَهُمَا، فَدَخَلَ النَّارَ.))

تخریج الحدیث الأدب المفرد، للبخاری، حدیث: 21، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب رغم أنف من أدرك أبويه أو أحدهما عند الكبر فلم يدخل الجنة، حدیث: 2551، شعب الإيمان، للبيهقي: 258/10، حدیث: 7500.

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ذلیل ہو گیا، وہ ذلیل ہو گیا، وہ ذلیل ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے والدین، یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا لیکن پھر بھی وہ جہنم میں گیا۔

شرح الحديث وہ لوگ نہایت بدبخت اور ذلیل وخوار ہوں گے جو روز قیامت ناکام اور بدکردار قرار دیے جائیں گے اور انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اپنی بداعمالیوں کے باعث جہنم

❶ صحيح البخاري، كتاب الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة (معلقًا).

میں پھینکے جائیں گے، لیکن ان کا ایمان اور عقیدہ توحید اللہ تعالیٰ کو پسند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں کی سزا دینے اور انہیں پاک کرنے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں گے۔ لیکن بہت سے بدبخت ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ جہنم میں ہمیشہ رہنے والوں اور وہاں سے کبھی نہ نکالے جانے والوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو والدین کے نافرمان، ماں باپ کی بے ادبی و گستاخی کرنے والے، ان کے حقوق سے اعراض کرنے والے، ان کی خدمت میں لاپرواہی برتنے والے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنے والے ہیں۔

دراصل ان کا یہ جرم، معمولی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا جو شخص اس جرم کا مرتکب ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے لمحہ بھر بھی بچ نہیں سکے گا۔ اس بات کی دلیل واضح طور پر قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لیے گئے میثاق وعہد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا . . .﴾

[البقرۃ : 83]

''اور (ہم تمھیں بتاتے ہیں کہ) ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا...''

اس کے بعد دیگر عہدو پیماں، بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ سب وعدے توڑ ڈالے۔ اس لیے یہ لوگ اسی لائق ہیں کہ انہیں شدید عذاب میں مبتلا کر دیا جائے:

﴿. . . فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ۧ﴾ [البقرۃ : 85، 86]

''جو شخص اس جرم کا مرتکب ہوتا ہے اس کی سزا: دنیا میں ذلت کے سوا کچھ نہیں اور آخرت میں انہیں سخت عذاب میں پھینک دیا جائے گا۔ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے ہرگز بے خبر نہیں ہے۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی کو اپنا لیا ہے۔ ان سے عذاب کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ''ان سے عذاب کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی'' کے

الفاظ اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ والدین کے نافرمان لوگوں کو بھی عذاب سے ذرہ برابر تخفیف نہیں دی جائے گی اور نہ ہی عذاب سے نکالنے کی آرزو پوری کی جائے گی۔

اسی طرح حدیث مبارکہ میں بھی والدین کے نافرمان کے جہنم جانے کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی موجود ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکے کو والد کا احترام سکھاتے ہوئے فرمایا: کیا تم عبداللہ بن خداش کو جانتے ہو؟ اس لڑکے نے کہا: نہیں۔ تب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تھا:

((فَخِذُهُ فِي جَهَنَّمَ مِثْلُ أَحَدٍ وضِرسُهُ مِثْلُ البَيضَاءِ .))

''جہنم میں اس کی ران؛ احد پہاڑ کے برابر اور اس کی داڑھ بیضاء پہاڑ کے برابر ہوگی۔''

میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول (ﷺ)! اس کا جرم کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((كَانَ عاقًّا لِوَالِدَيهِ .)) [1]

''وہ اپنے والدین کا نافرمان تھا۔''

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جو انسان اپنے والدین کا نافرمان ہے وہ جہنم میں جائے گا، اور سخت ترین سزائیں اس کا مقدر ہوں گی، صرف اس وجہ سے کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان رہا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ستیاناس ہوگیا اس شخص کا جس کے والدین زندہ ہیں لیکن پھر بھی وہ شخص جہنم سے نہ بچ سکا۔ آخرت کے حالات اور دنیا کے خاتمہ پر اعمال کے نتیجہ سے بے خبر نوجوانوں کے لیے اس میں بہت بڑا سبق ہے۔

[23]...... حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَان مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ : ((رَغِمَ أَنْفُهُ ، رَغِمَ أَنْفُهُ ، رَغِمَ أَنْفُه)) ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، ((مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ ، أَوْ أَحَدَهُمَا ، عِنْدَ الْكِبَرِ فَيَدْخُلَ النَّارَ أَوْ : لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ .))

تخريج الحديث الأدب المفرد، للبخاری، حديث: 21، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب رغم أنف من أدرك أبويه أو أحدهما عند الكبر فلم يدخل الجنة، حديث : 2551، شعب الإيمان، للبيهقي: 258/10، حديث: 7500 .

ترجمة الحديث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: وہ شخص ذلیل

[1] المعجم الأوسط، للطبرانی: 63/7، حديث : 6857 .

ہو گیا، وہ شخص ذلیل ہو گیا، وہ شخص ذلیل ہو گیا۔ جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا، پھر بھی وہ جہنم میں چلا گیا۔ یا (آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ) وہ جنت میں نہ جاسکا۔

[24]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ، رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ أَدْرَكَ أَبَوَيه عِنْدَ الْكِبَرِ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ.))

تخریج الحدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ سنن الترمذی، أبواب الدعوات، حديث: 3545، معجم ابن الأعرابی: 664/2، حديث: 1289، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة)، 421/12، حديث: 7451.

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ آدمی ذلیل وخوار ہو گیا جس کے سامنے میرا ذکر ہوا لیکن اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا۔ وہ آدمی بھی ذلیل خوار ہو گیا جس نے اپنے والدین (دونوں) یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا، لیکن انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کروایا۔ وہ آدمی بھی ذلیل وخوار ہو گیا جس کی زندگی میں رمضان المبارک آیا لیکن اس کی بخشش کروائے بغیر چلا گیا۔

شرح الحدیث یہ حدیث گذشتہ حدیث کی مفصل روایت ہے۔ اس حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ پر درود نہ پڑھنے اور رمضان المبارک سے مستفیض نہ ہونے کی قباحت اور انجام مذکور ہے۔ تینوں امور کی وضاحت حسب ذیل ہے:

1: رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھنا:

ہر مسلمان کے ذمہ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کا نام مبارک سنے تو وہ آپ ﷺ پر درود پڑھے۔ درود کے مختصر الفاظ میں سب سے معتبر اور معروف الفاظ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' ہیں؛ جو متعدد احادیث میں مذکور اور صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ و محدثین، ان کے بعد آج تک اہل علم کا معمول ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک ہو یا آپ ﷺ کو؛ اللہ کے نبی/اللہ کے رسول/رسول اللہ وغیرہ کے الفاظ سے یاد کیا جائے؛ جس شخص کے کانوں تک یہ الفاظ پہنچیں اس کے ذمہ فرض ہے کہ وہ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کہہ کر

درود پڑھے۔ تاکہ امتی ہونے کے ناطے اس کے ذمہ اپنے نبی (ﷺ) کا جو حق ہے؛ وہ ادا ہو۔ اور اس امتی کے درجات میں بھی اضافہ ہو۔ جو مسلمان اس حق کو ادا کرنے میں کوتاہی کرے، درود مبارک نہ پڑھے اسے رسول اللہ ﷺ نے ''بخیل'' قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((البَخِيلُ مَن ذُكِرتُ عِندَهُ ثُمَّ لَم يُصَلِّ عَلَيَّ)) [1]

''وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو لیکن وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

اور جو شخص درود پڑھتا ہے االلہ تعالیٰ اسے بہت سی عظمتوں اور برکات سے نوازتے ہیں۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((أَمَا يُرضِيكَ يَا مُحَمَّدُ أَن لَا يُصَلِّيَ عَلَيكَ أَحَدٌ مِن أُمَّتِكَ إِلَّا صَلَّيتُ عَلَيهِ عَشرًا وَلَا يُسَلِّمَ عَلَيكَ أَحَدٌ مِن أُمَّتِكَ إِلَّا سَلَّمتُ عَلَيهِ عَشرًا .)) [2]

''اے محمد (ﷺ)! کیا آپ اس بات پر خوش نہیں کہ آپ پر جو شخص درود پڑھے گا؛ میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔ اور جو آپ پر سلام بھیجے گا میں اسے دس سلامتیوں سے نوازوں گا۔''

یعنی رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا امتی کے لیے اجر وثواب اور بلندئ درجات کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت وعقیدت کا اظہار کرنے کا بہترین طریقہ؛ آپ ﷺ پر درود پڑھنا ہے۔ صلاۃ (درود) اور سلام دونوں ہی پڑھے جائیں گے۔ ہمارے پیارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتے وقت صلاۃ اور سلام میں سے کسی ایک کو چھوڑ دینا اور صرف ایک ہی پر اکتفا کرنا درست نہیں ہے۔ جیسا کہ مذکورہ حدیث میں درود اور سلام؛ دونوں کا تذکرہ ہے۔ امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِذَا صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَلْيَجْمَع بَيْنَ الصَّلاةِ وَالتَّسْلِيمِ وَلا يَقتَصِر عَلَى أَحَدِهِمَا۔ فَلا يَقُل: "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ" فَقَط وَلا "عَلَيهِ السَّلامُ"

[1] مسند احمد بن حنبل : 258/3، حدیث : 1736 (مؤسسة الرسالة بیروت)]

[2] سنن النسائی، کتاب السهو، باب الفضل فی الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم، حدیث: 1295۔ علامہ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ اور ان کے تلمیذ رشید علامہ عصام موسی ہادی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ سنن الدارمی : 1825/3، حدیث : 2815۔ دیکھیے: فضل الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، لإبن إسحاق القاضی، ص : 22، حدیث : 2 ، المجالسة وجواهر العلم، للدینوری : 365/3، حدیث : 995.

فَقَط . "❶

''جب بھی کوئی شخص نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے تو درود اور سلام دونوں کو اکٹھا ادا کرے۔ صرف ایک پر ہی اکتفا نہ کرے۔ صرف "صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ" نہ کہے اور نہ ہی صرف "عَلَیهِ السَّلامُ" کہے۔''

درود وسلام کے لیے انہی الفاظ کو لیا جائے گا جو حدیث مبارکہ میں مذکور اور صحابہ سے ثابت ہیں۔ دور حاضر میں "الصلاۃ والسلام" کے معروف الفاظ جنہیں اذان کے ساتھ ملا دیا گیا ہے، وہ نہ تو کسی حدیث سے ثابت ہیں نہ ہی اذان سے قبل کسی قسم کا درود پڑھنے کا کوئی تصور احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنا دعا کے آداب میں سے ہے۔ اور دعاؤں کی قبولیت کا باعث بھی ہے۔ سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا، اور اس نے دعا میں آپ ﷺ پر درود نہیں پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص نے بہت جلدی کی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا:

((إِذَا صَـلَّى أَحَدُكُم فَلیَبدَأ بِتَحمِیدِ اللّٰهِ وَالثَّنَاءِ عَلَیهِ ثُمَّ لِیُصَلِّ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِیَدعُ بَعدُ بِمَا شَاءَ .))❷

''تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے آغاز کرے پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے۔ پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔''

درود وسلام کے بہت سے فضائل احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو کاہل رضی اللہ عنہ ❸ کو وعظ فرماتے ہوئے فرمایا تھا:

((مَـن صَـلَّى عَلَيَّ كُلَّ يَومٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَكُلَّ لَيلَةٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حُبًّا بِي وَشَوقًا

❶ الأذكار، للنووي، ص: 117.

❷ صحیح: سنن الترمذی، ابواب الدعوات، حدیث: 3477.

❸ آپ رضی اللہ عنہ کا نام قیس بن عائذ الاحمسی رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹنی پر سوار ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وعظ کرتے سنا تھا۔ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل ایک حبشی صحابی نے پکڑی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے امام تھے۔ [مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: تهذيب الكمال، للمزی۔ سیر اعلام النبلاء، للذهبی اور مسند احمد بن حنبل]

إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَن يَغفِرَ لَهُ ذُنُوبَهُ تِلكَ اللَّيلَةَ وَذَلِكَ اليَومَ)) ❶

''جو شخص میرے ساتھ محبت اور شوق سے دن میں تین مرتبہ اور رات میں تین مرتبہ مجھ پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ پر اس بندے کا حق ہے کہ وہ اس رات اور اس دن میں اس شخص کے گناہ معاف کردے۔''

ایک حدیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَن صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ عَشرًا .)) ❷

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔''

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ان الفاظ میں مذکور ہے:

((مَن صَلَّى عَلَيَّ حِينَ يُصبِحُ عَشرًا وَحِينَ يُمسِي عَشرًا أَدرَكَتهُ شَفَاعَتِي يَومَ القِيَامَةِ .)) ❸

''جس نے صبح کے وقت دس مرتبہ اور شام کے وقت دس مرتبہ مجھ پر درود پڑھا، وہ میری شفاعت کا حقدار ہوگیا۔''

❷ والدین کی خدمت واطاعت نہ کرنا:

وہ اولاد نہایت بدبخت ہے جو اپنے والدین کی خدمت واطاعت کا فریضہ انجام نہیں دیتی۔ قیامت کے روز کا معاملہ تو کہیں بڑھ کر ہوگا، والدین کے نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی ذلیل ورسوا کردیتا ہے۔اس سے متعلق مزید وضاحت، حدیث نمبر:22 کے فوائد میں دیکھئے۔

❸ رمضان المبارک میں گناہوں سے تائب نہ ہونا:

حدیث مبارکہ میں اس شخص کے لیے بھی ذلت و رسوائی کا واضح ذکر موجود ہے جس شخص کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آیا لیکن اس شخص نے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور برائیوں سے تائب ہونے کی

❶ المعجم الكبير ، للطبراني : 362/18، حديث : 928.

❷ المعجم الكبير ، للطبراني : 99/5، حديث : 4717.

❸ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، للهيثمي : 120/10، حديث: 17022۔ علامہ ابوالحسن نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی ﷫ فرماتے ہیں: ''رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ بِإِسنَادَينِ وَإِسنَادُ أَحَدِهِمَا جَيِّدٌ وَرِجَالُهُ وُثِّقُوا'' اس حدیث کو امام طبرانی ﷫ نے دو اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے ان میں سے ایک سند جید ہے اور اس کے راوی بھی ثقہ ہیں۔

کوشش نہ کی، حتی کہ رمضان المبارک کا مہینہ گزر گیا۔

اگرچہ یہ ضروری ہے کہ انسان سے جب بھی کوئی غلطی سرزد ہو تو اس کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے، رو کر التجا کرے۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ لیکن زیر بحث حدیث مبارکہ میں گناہوں کی بخشش کو رمضان المبارک کے ساتھ منسوب کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ دیگر مہینوں کی نسبت بخشش و مغفرت عام کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلَ شَهرُ رَمَضَانَ فُتِّحَت أَبوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَت أَبوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلسِلَتِ الشَّيَاطِينُ .)) ❶

''جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا كَانَت أَوَّلُ لَيلَةٍ مِن رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الجِنِّ وَغُلِّقَت أَبوَابُ النَّارِ فَلَم يُفتَح مِنهَا بَابٌ وَفُتِحَت أَبوَابُ الجَنَّةِ فَلَم يُغلَق مِنهَا بَابٌ وَنَادَى مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الخَيرِ أَقبِل وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقصِر وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيلَةٍ .)) ❷

''جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات کو باندھ دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس کا کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ جنت کے دوازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔ اور اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرتا ہے: اے نیکی کے متلاشی! آگے بڑھ۔ اے برائی کے رسیا! باز آجا۔ اللہ تعالیٰ آگ سے بے شمار لوگوں کو رہائی نصیب کر رہا ہے۔ اور یہ اعلان ہر رات ہوتا رہتا ہے۔''

جب اللہ تعالیٰ انسان کو گمراہ کرنے اور اسے بہکانے والے تمام تر شریر عناصر کو جکڑ دیتے ہیں، تو پھر انسان

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان، حديث: 1899، صحيح مسلم، كتاب الصيام، باب فضل شهر رمضان: 1079.

❷ سنن ابن ماجة، كتاب الصيام، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، حديث: 1642.

کے لیے نیکی کی راہ پر چلنا اور برائی سے بچنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ جو شخص ایسی آسانی کے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے، اپنے گناہوں کی معافی نہ مانگے، برائیوں سے توبہ کرنے کا رویہ نہ اپنائے، حتی کہ رمضان کا رحمتوں بھرا مہینہ گزر جائے تو وہ شخص بدبخت ہی تو ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایسے بدبخت کے لیے بددعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے جس نے رمضان کا مہینہ ملنے کے باوجود اپنے گناہوں کی معافی طلب نہ کی۔

اللہ کی رحمت سے محروم اولاد

[25]...... حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ أُوَیْسٍ، حَدَّثَنِیْ أَخِیْ، عَنْ سُلَیْمَانَ بن بِلَالٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هِلَالٍ [1]، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ السَّالِمِیِّ [2]، عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: إِنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((أَحْضِرُوا الْمِنْبَرَ)) فَلَمَّا خُرِجَ فَرَقِیَ الْمِنْبَرَ۔ فَرَقِیَ أَوَّلَ دَرَجَةٍ مِنْهُ قَالَ: ((اٰمِیْنَ)) ثُمَّ رَقِیَ فِی الثَّانِیَةِ فَقَالَ: ((اٰمِیْنَ)) ثُمَّ لَمَّا رَقِیَ الثَّالِثَةَ قَالَ: ((اٰمِیْنَ)) فَلَمَّا فَرَغَ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ، قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْیَوْمَ شَیْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهُ مِنْكَ، قَالَ: ((وَسَمِعْتُوْهُ؟)) قُلْنَا: نَعَمْ، قَالَ: ((إِنَّ جِبْرِیْلَ اعْتَرَضَ، قَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْ لَهُ، فَقُلْتُ: ((اٰمِیْنَ))، فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّانِیَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهُ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْكَ، فَقُلْتُ: اٰمِیْنَ، فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعُدَ مَنْ أَدْرَكَ عِنْدَهُ أَبَوَاهُ الْكِبَرَ أَوْ أَحَدُهُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ، قُلْتُ [3]: ((اٰمِیْنَ)).

تخریج الحدیث إسناده حسن: شعب الإیمان، للبیهقی: 143/3، حدیث: 1471، المعجم الكبیر، للطبرانی: 144/19، حدیث: 315، مستدرك حاكم: 170/4، حدیث: 7256.

ترجمة الحدیث سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منبر لاؤ۔ جب آپ تشریف لائے تو منبر پر چڑھے، جب پہلے زینے پر چڑھے تو فرمایا: آمین۔ پھر دوسرے زینے پر چڑھے تو فرمایا:

[1] مخطوطہ میں "محمد بن بلال" ہے جو کہ ہے۔
[2] مخطوطہ میں "السُّلَمِیِّ" ہے جو کہ خطا ہے۔
[3] بعض مطبوعہ نسخوں میں "فَقُلْتُ" ہے۔

آمین۔ جب تیسرے زینے پر چڑھے تو فرمایا: آمین۔ جب آپ ﷺ (خطبہ سے) فارغ ہوئے اور منبر سے اترے۔تو ہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی۔آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے سنا ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ انہوں نے کہا: جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا لیکن اس کی بخشش نہ ہوئی، وہ شخص (اللہ کی جنت سے) محروم ہو۔ میں نے کہا: آمین۔ جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی (اللہ کی جنت سے) محروم ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا لیکن اس نے آپ ﷺ پر درود نہ پڑھا۔ میں نے کہا: آمین۔ جب میں تیسرے زینے پر چڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی (اللہ کی جنت سے) محروم ہو، جس نے اپنے پاس اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا، پھر بھی ان دونوں نے اسے جنت میں داخل نہ کروایا۔ میں نے کہا: آمین۔

شرح الحدیث گزشتہ حدیث کی نسبت اس حدیث میں مزید وضاحت موجود ہے کہ جس شخص نے رمضان المبارک پانے کے باوجود اپنے گناہوں کی معافی نہ حاصل کی، جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھا اور جس شخص نے والدین کی خدمت نہ کی، ان بدبختوں کے لیے سیدنا جبریل علیہ السلام نے بددعا کی ہے۔اور جبریل علیہ السلام کی بددعا پر رسول اللہ ﷺ نے آمین کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ، رحمۃ للعالمین ہیں لیکن جن بداعمالیوں پر آپ ﷺ نے بددعا کی ہے ان بداعمالیوں کی سنگینی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اور سچا مسلمان بننے اور اسلام کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کے تذکرہ میں ''عِنْدَهُ . . . '' (اپنے پاس...) کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ والدین جس بیٹے یا بیٹی کے ہاں نہ رہتے ہوں، یا کسی وجہ سے وہ بیٹا / بیٹی اپنے والدین سے الگ، دور: کسی دوسرے شہر یا بیرون ملک ہو، تو وہ بیٹا / بیٹی سیدنا جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کی ذکر کردہ بددعا کے دائرے میں نہیں ہیں۔ البتہ دور ہونے کے باوجود مالی ضروریات پوری کرنے کی صورت میں اس بیٹے / بیٹی پر بھی فرض ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ثبوت دیں، تاکہ وہ بحیثیت اولاد اپنے فریضہ کی ادائیگی کرسکیں۔

اس حدیث میں تین امور مذکور ہیں:

پہلا: رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام۔ دوسرا: اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ تیسرا: والدین کے ساتھ حسن سلوک۔

اس ترتیب میں بہت بڑی حکمت پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام، اپنے رسول ﷺ کے ذریعے انسانوں تک پہنچائے ہیں۔ لہٰذا انسانوں کا فرض ہے کہ وہ ان احکام کو پہنچانے والے نبی کا احترام کریں یعنی ان کی بات تسلیم کریں اور انہیں اس احسان پر درود وسلام کی صورت میں ہدیہ پیش کریں۔ اور پھر ان احکام کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، سارا سال جو انسان عبادت گزاری سے غافل رہا وہ رمضان میں ضرور اپنی کوتاہیاں دور کرے۔ اس کے بعد حقوق العباد کی ادائیگی کرے، جن میں سب سے پہلا نمبر والدین کے حقوق کا ہے۔ جو انسان ان تینوں امور میں کامیاب ہوگیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور جنتوں کا حقدار بن جائے گا اور جس نے روگردانی کی وہ اللہ تعالیٰ، جبریل اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لعنت کا حقدار ٹھہرے گا۔

[26]...... حَـدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ ، سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ : اِرْتَـقَـى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَرَقَى دَرَجَةً فَقَالَ : ((اٰمِيْنَ)) ، ثُمَّ اَرْتَـقَـى دَرَجَةً فَـقَـالَ ((اٰمِيْـنَ)) ثُـمَّ ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ: ((اٰمِيْنَ)) ، ثُمَّ اسْتَوٰى فَـجَـلَـسَ فَقَالَ أَصْحَابُهُ : عَلٰى مَا أَمَّنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : ((أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ : رَغِمَ أَنْفُ امْـرِئٍ ذُكِـرْتَ عِـنْـدَهُ فَـلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ ، فَقُلْتُ ((اٰمِيْنَ)) وَرَغِمَ أَنْفُ امْرِئٍ أَدْرَكَ أَبَوَيهِ أَوْ أَحَدَهُمَا لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ : ((اٰمِيْنَ)) .

تخریج الحدیث اس روایت کے متعدد شواہد صحیح اسناد کے ساتھ موجود ہیں اس لیے یہ حدیث قابل قبول اور متن کے اعتبار سے صحیح ہے۔ فـضـل الصلاة على النبي ﷺ ، لإبـن إسحاق القاضي:حديث : 15 ، فضائل شهر رمضان ، لإبن شاهين ، ص: 134 ، حديث : 7 .

ترجمة الحديث سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے۔ جب آپ ﷺ پہلے زینے پر چڑھے تو فرمایا: ''آمین''۔ پھر (دوسرے) زینے پر چڑھے تو فرمایا ''آمین''۔ پھر تیسرے زینے پر چڑھے تو فرمایا: ''آمین''۔ پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ نے کس بات پر آمین کہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے، انہوں نے کہا: وہ شخص ذلیل وخوار ہوجائے جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو لیکن وہ آپ پر درود نہ پڑھے۔ میں نے کہا: آمین۔ سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا: وہ شخص بھی ذلیل وخوار ہوجائے جس نے اپنے والدین، دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو پایا لیکن وہ جنت میں نہ گیا۔ میں نے کہا: آمین۔

شرح الحدیث وہ انسان نہایت بدبخت اور دنیا میں سب سے بڑھ کر ذلیل وخوار انسان ہے جو کسی عمل کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی بددعا کا مستحق بنا۔ رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک سنتے ہی درود پڑھنا چاہیے۔ ہر لمحہ اللہ رب العالمین کے احکام کی تعمیل میں گزارنا چاہیے، کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا اس کی عبادت سے روگردانی نہیں کرنی چاہیے۔ بالخصوص رمضان المبارک میں عبادت گزاری اور فرمانبرداری کے لیے مزید کوشش کرنی چاہیے۔ اسی طرح والدین کی خدمت کو اپنی زندگی کا اولیں فریضہ سمجھ کر ادا کرنا چاہیے۔

اس حدیث میں تین مرتبہ آمین کا ذکر تو ہے لیکن تیسرے عمل، یعنی: رمضان المبارک میں گناہوں کی بخشش کروانے کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ دیگر احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔

خوش قسمت اولاد

[27]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَعْيَنَ ، ...... قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ : وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ إِبْرَاهِيمَ ...... عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبَانَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا نَظَرَ الْوَالِدُ إِلٰى وَلَدِهِ فَسَرَّهُ كَانَ لِلْوَلَدِ عِتْقُ نَسَمَةٍ)) .

تخریج الحدیث الشیخ حسین سلیم اسد کہتے ہیں: اس سند میں دو راوی ضعیف ہیں: عبداللہ بن صالح اور ابراہیم بن اعین۔ الترغیب والترهيب ، لقوام السنة : 283/1، حديث: 455، مكارم الأخلاق، لابن أبي الدنيا: 74، حديث : 216، المعجم الأوسط ، للطبراني: 283/8، حديث : 8646، المعجم الكبير ، للطبراني: 239/11، حديث: 11608، شعب الإيمان، للبيهقي : 265/10، حديث : 7473 .

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب باپ اپنے بیٹے کی طرف دیکھے تو بیٹا اسے خوش کر دے۔ تو اس بیٹے کے لیے ایک غلام آزاد کرانے کے برابر ثواب ہے۔

شرح الحدیث والدین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا بھی ان کی توہین اور بے ادبی ہے۔ غصہ اور پریشانی میں بھی والدین کے ساتھ ایسا رویہ اپنانا چاہیے کہ والدین کے لیے ان کی اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اولاد میں یہ کیفیت پیدا کرنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے۔ والدین اپنی اولاد کو اچھی تعلیم اور بہتر تربیت مہیا کریں۔ نیکی کی عادات اپنانے اور برائی سے نفرت کرنے کا

ماحول دیں۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے نرمی کا درس دیں تو لازماً اولاد اپنے والدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی۔

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جب باپ دیکھے کہ اس کی اولاد اس کے حکم کے مطابق کام میں مصروف ہے، یا اس کے منع کردہ کام سے دور اور باز رہتی ہے، یا اس کی اولاد ماں باپ کی اطاعت وخدمت والے امور میں توجہ دیتی اور ماں باپ کی نافرمانی والے کاموں سے یکسر دور رہتی ہے، تو یہ سب دیکھ کر باپ کے چہرے پر بشاشت و خوشی آجائے تو اس بشاشت وخوشی کا باعث بننے کی وجہ سے اولاد کے لیے اجرعظیم ہے۔

والدین کے تعلق داروں سے حسن سلوک

[28]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ [1]، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، حَدَّثَنِيْ أَبُوْعُثْمَانَ الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ((إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيْهِ)).

تخريج الحديث الأدب المفرد، للبخاري، حديث: 41، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة أصدقاء الأب و الأم ونحوهما، حديث: 2552، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في برالوالدين، حديث: 5143.

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اعلیٰ نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔

شرح الحديث جوشخص اپنے والدین کی کما حقہ خدمت نہ کرسکا، اور اس کے والدین وفات پا گئے، یا وہ شخص چاہتا ہے کہ میں اپنے والدین کی وفات کے بعد بھی ان سے حسن سلوک کا اجروثواب حاصل کرتا رہوں تو اس شخص کے لیے اس حدیث میں بہترین راہنمائی ہے کہ وہ اپنے والدین کے تعلق داروں یعنی والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں سے حسن سلوک کرے اللہ تعالیٰ اسے والدین سے حسن سلوک کے برابر اجروثواب عطا فرمائے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ جاتے ہوئے راستے میں ایک دیہاتی آدمی ملا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے

[1] مخطوطہ میں "محمد بن يزيد المقری" ہے جو کہ درست نہیں۔

مؤدبانہ سلام کیا، اسے اپنی سواری پر سوار کرلیا جس پر خود سوار تھے، اور اپنے سر سے اپنی پگڑی اتار کر اسے دے دی۔عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے۔ یہ دیہاتی لوگ بہت کم ہمدردی پر بھی راضی ہوجاتے ہیں۔تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((إِنَّ أَبَا هَذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ بنِ الخَطَّابِ))

''اس کا والد میرے اباجان، عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کا دوست تھا۔''

پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا:

((إِنَّ أَبَرَّ البِرِّ صِلَةُ الوَلَدِ أَهلَ وُدِّ أَبِيهِ .)) ❶

''سب سے بڑی نیکی اولاد کا اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوبردہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے۔اور فرمایا: میں آپ سے اس لیے ملنے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا:

((مَن أَحَبَّ أَن يَصِلَ أَبَاهُ فِي قَبرِهِ فَليَصِل إِخوَانَ أَبِيهِ بَعدَهُ .))

''جو شخص اپنے والد کی وفات کے بعد بھی اس سے حسن سلوک کرنے کا خواہشمند ہے، اسے چاہیے کہ اپنے والد کے بعد اس کے بھائیوں (اپنے چچاؤں) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

چونکہ آپ کے اباجان اور میرے اباجان کے درمیان گہری دوستی اور بھائی چارہ تھا۔ مجھے اچھا لگا کہ میں اس رشتے کو نبھاؤں۔ ❷

اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل یقیناً ان کے والد کی طرف سے دی گئی اعلیٰ تربیت اور اسلامی طرز زندگی کے شعور اور تعلیم کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خود بھی یہی بات فرمائی تھی کہ:

((مَن أَحَبَّ أَن يَصِلَ أَبَاهُ فِي قَبرِهِ فَليَصِل إِخوَانَ أَبِيهِ بَعدَهُ .)) ❸

---

❶ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة أصدقاء الأب و الأم و نحوهما، حديث: 2552.

❷ صحيح: مسند أبي يعلى: 37/10، حديث: 5669، المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية، لابن حجر: 355/11، حديث: 2547.

❸ البر والصلة عن ابن المبارك وغيره، للحسين بن حرب المروزي، ص: 46، حديث: 89.

''جو شخص اپنے والد کی وفات کے بعد بھی اس سے حسن سلوک کرنے کا خواہشمند ہے، اسے چاہیے کہ اپنے والد کے بعد اس کے بھائیوں (اپنے چچاؤں) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں ...... باوجود مسلم معاشرہ ہونے کے...... جہالت کی جو بدترین روش پائی جاتی ہے کہ باپ کے بھائیوں کو اپنے شریک قرار دے کر ان سے نفرت اور عداوت کا رویہ رکھا جاتا ہے؛ یہ روش اور سوچ نہایت جاہلانہ، مجرمانہ، غیر اخلاقی اور غیر شرعی ہے۔

معزز قارئین! دراصل والدین کی وفات کے بعد والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک کو اعلیٰ نیکی اسی لیے قرار دیا گیا ہے کہ اس نیکی کی نسبت والدین کی طرف ہے۔ جس عمل کی نسبت والدین کی طرف ہو؛ اللہ تعالیٰ اس عمل کو نہایت اہمیت وفضیلت کا حامل بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ انسانی میں متعدد قربانیاں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے دی گئیں۔ آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے یہ سلسلہ جاری ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے علاوہ کسی قربانی کو باقاعدہ عبادت اور اسلامی شعار قرار نہیں دیا۔ [1] اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں والدین کا کردار تھا۔ اس عمل کی نسبت والدین کی طرف ہے۔ بیٹے کو باپ کی غیر موجودگی میں پالنے، اچھی تربیت کرنے اور فرمانبرداری کی راہ پر چلانے کی ذمہ داری نبھانے کے بعد باپ کے ساتھ روانہ کرنے کا عظیم اور عدیم المثال کردار ماں نے انجام دیا۔ اور بڑھاپے میں ملنے والا بیٹا، نظروں سے دور رہنے کی تکلیف برداشت کرنے کے بعد اسی بیٹے کو معصوم عمر میں اپنے ہاتھوں سے اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا عزم باپ نے کیا، بیٹے نے کمال درجہ فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا۔ یہ ایسا مرحلہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے انسانی ہمت کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے اسے ﴿ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ﴾ یعنی: بہت بڑی آزمائش قرار دیا ہے۔ لیکن اس آزمائش میں پورا اترنے پر اس عمل کو تاقیامت عبادت قرار دے دیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ والدین سے نسبت رکھنے والا عمل، اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ہوتا ہے۔

والدین کی وفات کے بعد بھی اگر انسان اپنے والدین کی خدمت کا عمل جاری رکھنا اور اس کا اجر حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے شریعت اسلامیہ مکمل راہنمائی کرتی ہے۔

---

[1] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾ [الحج : 36]

بنوسلمہ سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا والدین کی وفات کے بعد بھی کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ میں ان کے ساتھ اچھائی کرسکوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((نَعَم۔ الصَّلَاةُ عَلَيهِمَا وَالاستِغفَارُ لَهُمَا وَإِيفَاءٌ بِعُهُودِهِمَا مِن بَعدِ مَوتِهِمَا وَإِكرَامُ صَدِيقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا .)) ❶

''ہاں۔ ان کی نماز جنازہ ادا کرنا۔ ان کے لیے بخشش مانگنا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کو پورا کرنا۔ ان کے ساتھیوں کا احترام کرنا۔ ان کے خاص رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا۔''

اس حدیث کے ابتدائی الفاظ کے پیش نظر ایک معاملہ نہایت قابل غور ہے، کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے والدین کے ساتھ قلبی لگاؤ اور پیار تو بہت رکھتے ہیں لیکن انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے؟ والدین کی وفات پر ان کے لیے نماز جنازہ میں دعائے مغفرت کن الفاظ میں کرنی ہے؟ یہ معاملہ مسلم معاشرے میں نہایت افسوس ناک ہے۔ جبکہ ہونا یہ چاہیے کہ والدین اپنے بچوں کی دینی تعلیم کا اس قدر اہتمام ضرور کر کے جائیں کہ ان کا بیٹا ان کی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہو، ان کے لیے دل کی گہرائیوں سے پرخلوص، اور اللہ کے ہاں رو رو کر آنسو بہا بہا کر دعائیں کر سکے۔ نماز جنازہ میں یہ ضروری نہیں کہ پڑھانے والا بہت بڑا عالم ہو، اگر باقاعدہ عالم اور مولوی نہ بھی ہو لیکن میت کا بیٹا ہو تو اس کی دعاؤں میں تاثیر کا اپنا اور انوکھا رنگ ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب والدین نے اولاد کی ایسی تربیت کرنے کا اپنی زندگی میں اہتمام کیا ہو۔ لیکن اگر انہیں اولاد کو پڑھانے کا موقع نہیں ملا لیکن اولاد نیکی کی راہ پر چلے تو والدین کے لیے راحت کا باعث ہے۔

تعلق توڑنے کا انجام

[29]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ قُسَيْطٍ ، عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ، قال : ((إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الرَّحِمَ شُجْنَةً))، وَقَالَ : ((أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ مَنْ وَصَلَكِ ، وَأُدْخِلَ النَّارَ مَنْ قَطَعَكِ))

❶ سنن ابن ماجة ، كتاب الأدب ، باب صِل من كان أبوك يصل ، حديث : 3664 ، الشیخ حسین سلیم اسد الدارانی ﷾ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

تخریج الحدیث إسنـــاده ضعيف: یہ روایت عبداللہ بن یزید بن قسیط اور اس کے والد یزید بن قسیط کے مجہول ہونے کے باعث ضعیف ہے۔ البتہ باقی راوی ثقہ ہیں۔ یہ حدیث بعینہٖ ان الفاظ میں نہیں مل سکی۔ البتہ اس کے متعدد شواہد موجود ہیں، لہٰذا معنوی طور پر صحیح ہے۔ صحيح بخاري، رقم: 5988، 5989.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم (رشتہ داری) کو (اپنی ذات سے) جڑی ہوئی شاخ کی مانند پیدا کیا۔ اور فرمایا: کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ میں جنت میں اسی کو داخل کروں گا جو تجھے ملائے گا۔ اور اس کو آگ میں پھینک دوں گا جو تجھے توڑے گا۔

شرح الحدیث گزشتہ حدیث میں والد کے دوستوں اور تعلق داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اُسی حدیث کی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ والدین کی وفات کے بعد والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں سے حسن سلوک کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے کہ انہیں اس تعلق داری کو مضبوط رکھنے اور اسے احسن طریقے سے ملا کر رکھنے پر اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ والدین سے چاہے اچھا سلوک رکھا ہو لیکن ان کی وفات کے بعد اگر والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کا احترام اور ان سے حسن سلوک نہیں کرو گے تو یہ بھی قطع تعلقی (رشتہ داری توڑنے) کے زمرے میں آئے گا۔ جس کی سزا جہنم ہے۔

رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے، ان کی خوشی، غمی، معاشی و معاشرتی اتار چڑھاؤ، الغرض اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی و مخالفت کے علاوہ؛ جملہ امور زندگی میں رشتہ داروں کے ساتھ تعاون، ہمدردی اور حسن سلوک کا رویہ رکھنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور اسے قرآن مجید میں بیان بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کرنے اور ان سے قطع تعلقی کرنے والوں کے لیے سخت ترین وعید سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۷﴾ [البقرة: 27]

''جو لوگ اللہ سے کیے گئے عہد کو پختہ کرنے کے بعد بھی توڑ دیتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، بالکل یہی لوگ بڑا نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی کو انسان کے لیے موجب لعنت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝﴾ [الرعد : 25]

''جو لوگ اللہ سے کیے گئے عہد کو پختہ کرنے کے بعد بھی توڑ دیتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، بالکل انہی لوگوں کے لیے لعنت اور بدترین ٹھکانہ ہے۔''

رشتہ داری توڑنا اور قرابت داری کی پرواہ نہ کرنا منافقوں کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝﴾ [محمد : 22]

''کچھ بعید نہیں کہ اگر تم حکمران بنو تو زمین میں فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلقی کرو گے۔''

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر عامی رشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلقی، اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر بڑا اور خطرناک جرم ہے کہ اس کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے تو والدین کے ساتھ قطع تعلقی کرنے والے کی بدبختی کا کیا عالم ہوگا؟ وہ تو ایسا خسارہ اور نقصان اٹھائے گا کہ جس کا تصور انسانی عقل کے لیے محال ہے۔[العیاذ باللہ]

[30]...... حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، وَمُحَمَّدٍ سَمِعَا الزُّهْرِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ)).

تخريج الحديث صحيح البخاری، كتاب الادب، باب إثم القاطع، حديث : 5984، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث : 2556، سنن الترمذی، أبواب البر والصلة، باب ماجاء فی صلة الرحم، حديث : 1909.

ترجمة الحديث سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (فرماتے ہوئے) سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: تعلق توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

[31]...... حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، (عَنِ الزُّهرِيِّ) [1] عَنِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ .

تخریج الحدیث صحیح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث : 2556، الآداب، للبيهقى ، ص: 8، حديث : 7، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، لأبى نعيم : 308/7، سنن الترمذى، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فى صلة الرحم، حديث: 1909 .

ترجمة الحدیث سفیان بن عیینہ بھی کہتے ہیں کہ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی بیان کیا ہے۔

تعلق قائم رکھنے کی فضیلت

[32]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، حَدَّثَنِى عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ((مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِى رِزْقِهِ، وَ يُنْسَأَ لَهُ فِى أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ)) .

تخریج الحدیث اس سند سے مروی متن قابل قبول اور صحیح ہے کیونکہ اس کے متعدد شواہد صحیح اسناد کے ساتھ موجود ہیں۔ دیکھیں: صحيح البخارى، كتاب البيوع، باب من أحب البسط فى الرزق، حديث: 2067، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث: 2577، الأدب المفرد، للبخارى، حديث : 56 .

ترجمة الحدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر میں برکت ہو، وہ صلہ رحمی کرے۔

شرح الحدیث یہی بات حدیث نمبر:15، اور 17 میں بھی بیان ہوئی ہے۔لیکن اسے یہاں مکرر ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی کے والدین وفات پا گئے ہیں تو اب بھی وہ انسان والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں سے حسن سلوک کرتا اور ان کی خدمت کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں بھی اسے وہی ثمرات اور وہی فوائد حاصل ہوں گے جو اسے والدین کی خدمت کے صلہ میں حاصل تھے۔ اگر والدین کے تعلق داروں پر اپنے

[1] بریکٹ کے الفاظ مخطوطہ سے ساقط ہیں۔ ہم نے دیگر مصادر سے نقل کیے ہیں۔

دروازے بند کرلو گے تو رزق وعمر میں برکت سے محروم کردیے جاؤ گے۔

[33]...... حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، (قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ،) ❶ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ قَالَ: ((إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ (مِنَ الرَّحْمٰنِ) ❷ تَقُولُ: يَا رَبِّ، إِنِّي ظُلِمْتُ، إِنِّي قُطِعْتُ، يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ، فَيُجِيبُهَا: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ، وَأَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ.))

تخریج الحدیث علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کوحسن کہا ہے۔الأدب المفرد، للبخاري: حديث: 65، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 157/15، حديث: 9273، البر والصلة، للحسين بن حرب، حديث: 133.

ترجمۃ الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داری اللہ کی ذات سے منسوب ہے۔ وہ کہتی ہے: میرے اللہ! میرے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ مجھے توڑ دیا گیا ہے۔اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب۔ اللہ تعالیٰ اسے جواب دیتے ہیں: کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں اس سے قطع تعلق کردوں گا جو تجھے توڑے گا۔ اور اس کو اپنا بناؤں گا جو تجھے جوڑے گا۔

شرح الحدیث صلہ رحمی میں سب سے پہلا حق والدین کا ہے۔ والدین سے حسن سلوک، فرمانبرداری، خدمت اور ان کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے کا حق تمام انسانی حقوق میں اولیں حیثیت کا حامل ہے۔ جس نے والدین کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا، والدین کو عمر بھر دکھی رکھا؛ وہ اپنے والدین کے وفات پا جانے کے بعد فلاحی کاموں میں حصہ لینے، دیگیں پکا کر کھانا تقسیم کرنے اور لوگوں کو والدین کے نام پر صدقہ خیرات دینے جیسے رسمی کام کرتا رہے اسے ان کاموں کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے والدین اس سے ناراض اور دکھی رہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''میں اس سے قطع تعلقی کردوں گا جو تجھے توڑے گا'' نہایت قابل غور ہے۔ اگر اسی بات کو ہم سامنے رکھیں تو ہمیں حقیقت کا ادراک ہوجائے گا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دور اور اس کی مساجد سے دور کیوں

❶ بریکٹ میں مذکور سند کے الفاظ مخطوطہ سے ساقط ہیں۔ اسے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''الأدب المفرد'' سے نقل کیا گیا ہے۔

❷ ''مِنَ الرَّحْمٰنِ'' مخطوطہ میں مذکور نہیں ہیں، یہ الفاظ ہم نے الأدب المفرد سے نقل کیے ہیں۔ یہ حدیث اسی سند اور اسی متن کے ساتھ الأدب المفرد میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔

ہیں؟ دراصل ہمارے ہی اعمال نے ہمیں اس حالت تک پہنچا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت سے محروم کر دیا ہے۔

اور اسی طرح اگر اس سے مراد یہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص توڑ دے گا جو صلہ رحمی کو توڑے گا، تو غور کرنا چاہیے کہ جو گھرانے مختلف فسادات، اختلافات اور لڑائی جھگڑوں میں گھر ہوئے ہیں، ان کی اس بربادی کے پیچھے کہیں نہ کہیں والدین کی نافرمانی، والدین کی دکھی آہیں اور والدین کی بددعا ضرور موجود ہے۔

والدین کا نافرمان؛ جنت سے محروم

[34]...... حَـدَّثَـنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّمِشْقِيُّ ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُقْبَةَ ، حَدَّثَنَا يُـوْنُـسُ بْنُ مَيْسَرَةَ ، عَنْ أَبِيْ إِدْرِيْسِ الْخَوْلَانِيِّ ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ الـنَّبِـيِّ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ ، وَلَا مُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ)) .

تخریج الحدیث إسناده حسن: مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة)]: 477/45، حديث : 27484، السنة لإبن أبى عاصم : 141/1، حديث : 321، مسـند الشاميين ، للطبراني : 254/3، حديث : 2200 .

ترجمۃ الحدیث سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدین کا نافرمان، شراب نوشی کا عادی اور تقدیر کا منکر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

شرح الحدیث اس حدیث مبارکہ میں نہایت خطرناک گناہوں کے ساتھ ملا کر والدین کی نافرمانی کے گناہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ والدین کی نافرمانی کس قدر سنگین، خطرناک اور مہلک گناہ ہے۔ جس طرح شرابی کبھی جنت میں نہیں جائے گا، تقدیر کا منکر کبھی جنت میں نہیں جائے گا اسی طرح والدین کا نافرمان کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔

والدین کا نافرمان:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کر کے یہی ثابت کیا ہے کہ والدین کے تعلق داروں سے حسن سلوک اور رسمی صدقہ خیرات اور دیگر بڑے بڑے کام کرنے، رفاحی امور میں والدین کے نام سے منسوب ہسپتال، تعلیمی

و خیراتی ادارے بنانے سے بھی تیرے نامہ اعمال میں شامل شدہ جرم اور داغ کبھی نہیں دھلے گا جو داغ تو نے والدین کی نافرمانی کر کے، انہیں دکھی کر کے، انہیں بے آسرا کر کے، ان کی خدمت سے روگردانی کر کے اپنے نامہ اعمال پر لگایا ہے۔ بالکل اسی طرح تیرے لیے بھی کوئی بخشش، کوئی رعایت، کوئی نرمی اور کوئی گنجائش نہیں ہوگی جس طرح شرابی اور کافر کے لیے نہیں ہوگی۔

تقدیر کا انکار:

تقدیر پر یقین رکھنا ہمارے ایمان کا جزو لازم ہے۔ اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ سیدنا جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا تھا:

((أَن تُـؤمِـنَ بِـاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَاليَومِ الآخِرِ وَتُؤمِنَ بِالقَدَرِ خَيرِهِ وَشَرِّهِ .)) [1]

''تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر یقین رکھو۔ اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی یقین رکھو۔''

ایک حدیث مبارکہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ان الفاظ میں مذکور ہے:

((وَلَـو أَنـفَـقـتَ مِثـلَ أُحُـدٍ ذَهَبًـا فِـى سَبِيلِ اللَّهِ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنكَ حَتَّى تُؤمِنَ بِالقَدَرِ .)) [2]

''اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا؛ اللہ کی راہ میں خرچ کردو تو اللہ تعالیٰ اسے تبھی قبول کرے گا جب تقدیر پر تمھارا ایمان ہوگا۔''

یعنی جو انسان تقدیر پر یقین نہیں رکھتا، وہ مومن و مسلمان نہیں ہے۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تقدیر پر ایمان، اس کے تقاضوں اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کے حوالے سے شکوک وشبہات کا ایسا جال شیطان نے بچھا رکھا ہے کہ کچھ لوگ تقدیر کے متعلق نظریہ قائم کرنے میں اس قدر غلطی کا شکار ہوئے کہ مختلف گمراہ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة الإيمان والإسلام والقدر . . . ، حديث : 8 .

[2] سنن أبى داؤد، كتاب السنة، باب فى القدر، حديث : 4699 .

شراب نوشی:

اسی طرح شراب نوشی کرنے والا انسان بھی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ اس کا یہ جرم اس قدر سنگین اور شدید ہے کہ شریعت نے اس کے لیے دنیا میں بھی سخت سزا مقرر کی ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے سخت ترین وعید ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاَ يَشرَبُ الخَمرَ حِينَ يَشرَبُ وَهُوَ مُؤمِنٌ .)) [1]

''جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تب وہ مومن نہیں ہوتا۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے شراب پینے والوں کو روز قیامت رسول اللہ ﷺ کی زبان سے لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔ [2]

زیر بحث حدیث مبارکہ میں تقدیر کے انکار اور شراب نوشی جیسے موجب کفر ولعنت اعمال کے ساتھ ملا کر والدین کی نافرمانی کو بیان کرنا اسی مفہوم کی عکاسی کرتا ہے کہ والدین کی نافرمانی بھی ان دو بداعمالیوں جیسی قبیح حرکت ہے۔ اور والدین کی نافرمانی کا موجب لعنت ہونا، اسی کتاب میں حدیث نمبر: 26 میں بھی مذکور ہے۔

قطع رحمی کے بدلہ میں صلہ رحمی

[35]...... حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ [3] بْنُ عَمْرٍو الْفَقِيْمِيُّ ، حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلُ الَّذِى تُقْطَعُ رَحِمُهُ فَيَصِلَهَا)) .

تخریج الحدیث صحيح البخاری ، كتاب الادب ، باب ليس الواصل بالمكافئ ، حديث : 5991 ، سنن أبی داؤد ، كتاب الزكاة ، باب فی صلة الرحم ، حديث : 1697 ، سنن الترمذی ، أبواب البر والصلة ، باب ماجاء فی صلة الرحم ، حديث : 1908 ، ـ الأدب المفرد ، للبخاری ،

---

[1] صحيح البخاری ، كتاب الحدود ، باب لا يشرب الخمر ، حديث : 6772 .

[2] مصنف عبدالرزاق : 144/3 ، حديث : 5100 .

[3] مخطوطہ میں "الحُسَین" ہے جو کہ درست نہیں۔ ہم نے صحیح البخاری کے مطابق درستی کی ہے۔ یہ حسن بن عمرو الفقیمی التمیمی الکوفی (متوفی : 142ھ) ہیں۔ یہ امام مجاہد بن جبر رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔

حدیث : 68.

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدلا چکانے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے۔لیکن وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا ہے جس سے تعلق توڑا بھی جائے تو وہ پھر بھی تعلق جوڑے۔

شرح الحديث یہاں بہت ہی حساس معاملے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔بعض بدبخت یوں کہتے ہیں کہ والدین نے تو چھوٹے بیٹے کو پڑھایا، مجھے تو کمائی کرنے پر لگادیا، میں تو کمائی کرتا رہا اور سارا خرچہ چھوٹے بہن بھائیوں پر ہوتا رہا۔لہٰذا امی ابو کو وہی بیٹا رکھے جس پر انہوں نے بہت سا خرچ کیا ہے۔ باپ کے متعلق ایسا گمان کرنا کہ اس نے ہمارے لیے کیا بنایا؟ یا جتنا عرصہ باپ نے کمایا اور ہم پر خرچ کیا میں نے بھی کر دیا ہے اب میرے بیوی بچے ہیں؛ میں ماں باپ کا خرچہ نہیں اٹھا سکتا۔ حدیث کے مفہوم کی رو سے ایسا کچھ بھی خیال کر کے والدین کی خدمت سے بھاگنے والا انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم ہے۔ یہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک نہیں کر رہا۔ حالانکہ والدین سے حسن سلوک اور ان کی خدمت اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کرنا اولاد کے ذمہ ضروری ہے۔ جو نہیں کرے گا وہ صرف گنہگار نہیں بلکہ دائمی جہنمی قرار دیے جانے والوں کی صف میں ہوگا۔[العیاذ باللہ]

صلہ رحمی کیا ہے؟

[36]...... حَـدَّثَـنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُـزَرِّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِـيَ عَـنْهَـا عَـنِ الـنَّبِـيِّ صَـلَّـى الـلَّـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((الرَّحِمُ شِجْنَةٌ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ)).

تخريج الحديث صـحيـح البـخـاري، كتـاب الأدب، بـاب من وصل وصله الله، حديث : 5989، مسـنـد احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 392/40، حديث : 24336، الأدب المفرد، للبخاري، حديث : 55، مسندأبي يعلى الموصلي: 73/8، حديث : 4599.

ترجمة الحديث ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رحم (رشتہ داری) اللہ کی ذات سے منسوب ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) جس نے اسے جوڑا میں اسے اپنا بنالوں گا، اور جس نے

اسے توڑا میں اسے خود سے دور کردوں گا۔

قطع تعلقی کرنے والے کی نحوست

[37]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ هُوَ بْنُ زَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ أَبُو إِدَامٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ الرَّحْمَةَ لاَ تَنْزِلُ عَلٰى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ.))

تخریج الحدیث ابو ادام سلیمان بن زید المحاربی ضعیف راوی ہے۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ الأدب المفرد، للبخاری، حدیث: 63، البر والصلة، لحسين بن حرب، حديث: 135، شعب الإيمان، للبيهقي: 338/10حديث: 7590.

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قوم پر رحمت نہیں برستی جس میں کوئی، رشتہ داری توڑنے کا مرتکب شخص موجود ہو۔

شرح الحديث اگر کوئی شخص کسی رشتہ دار سے تعلق توڑتا ہے تو اس کی نحوست کی وجہ سے اس کی پوری قوم متاثر ہوتی ہے۔ اس بدبخت شخص کی بدبختی اور نحوست ساری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عام رشتہ دار سے تعلق توڑتا ہے تو اس کی قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجاتی ہے تو جو بدبخت اپنے والدین سے قطع تعلقی کرلے، اس کی نحوست، بدبختی اور ذلت کس قدر زیادہ ہوگی۔ اس حدیث کے پیش نظر یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ ہماری معاشرتی زندگی مجموعی طور پر بدحالی اور بے برکتی کا شکار کیوں ہے؟ اس کی بنیادی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں رشتوں کا احترام، تقدس اور لحاظ مفقود ہوچکا ہے۔ بلکہ دنیا کا سب سے اہم رشتہ؛ والدین کا ہے، اس رشتے کو بھی ہم نے اپنی انا، جھوٹی شان اور آزاد خیالی کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔

اس حدیث پر غور کرنے پر مجھے یوں محسوس ہوا کہ شائد امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث والدین کے حسن سلوک سے متعلق کتاب میں اسی لیے شامل کی ہے کہ ہمیں اپنے گھروں، کاروبار، معاشی و معاشرتی حالات کی ابتری و بدحالی کا رونا رونے کی بجائے اپنے اعمال اور تعلقات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم اپنے اللہ کے حقوق ادا کرتے ہیں؟ کیا ہم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں؟ کیا ہم اپنے تعلق داروں سے اچھا برتاؤ

کرتے ہیں؟

اوراس کے ساتھ ساتھ بحیثیت والدین بھی ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے حوالے سے اخلاقی اقدار اور شرعی امور کوکس حد تک ملحوظ خاطر رکھا ہے؟ کیا ہم نے بحیثیت والدین اپنے بچوں سے تعلق توڑ تو نہیں دیا؟ کیا ہم اپنی اولاد کی نگرانی، دیکھ بھال اور تربیت میں دلچسپی رکھتے ہیں؟ کیا اپنی اولاد کو اچھائی وبرائی کی تمیز سکھانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں؟ وہ والدین بھی قطع تعلقی کے جرم کے مرتکب ہیں جو اپنی اولاد سے لاعلم، ان کی حرکات وسکنات سے بے خبر اور ان کی تربیت میں عدم دلچسپی کا شکار اور انہیں بے مہار اور آوارہ آزادی کے دلدادہ بنانے کے ذمہ دار ہیں۔ کسی بھی گھرانے، خاندان، معاشرے اور قوم کی؛ اللہ کی رحمت سے محرومی کا ایک سبب والدین کی بے حسی اور آزاد خیالی کے نتیجے میں جنم لینے والی اخلاقی و مذہبی بے راہ روی ہے جو اولاد کی زندگیوں میں مضبوط پنجے گاڑ چکی ہے۔ لہٰذا جہاں اولاد کے لیے ضروری ہے کہ والدین کی عزت واطاعت کا فریضہ انجام دیں وہاں والدین کا بھی اولیں فریضہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کو صحیح مسلمان، سچا مومن، مفید شہری اور بااخلاق انسان بنانے میں اپنا کردار بھرپور طریقے سے ادا کریں۔

قطع تعلقی کرنے والے کی سزا

[38]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُطْعِمٍ، ❶ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ)).

تخريج الحديث الأدب المفرد، للبخاري، حديث: 64، صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب إثم القاطع، حديث: 5984، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها، حديث: 2556، سنن أبى داؤد، كتاب الزكاة، باب فى صلة الرحم، حديث: 1696، ـ سنن الترمذى، أبواب البر والصلة، باب ماجاء فى صلة الرحم، حديث: 1909.

ترجمة الحديث سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: قطع تعلقی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

---

❶ "أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بن مُطْعِم" ہے یعنی "محمد" کے والد کا نام "جُبَير" ذکر نہیں بلکہ دادا کا نام مذکور ہے۔ لیکن درست یہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

شرح الحدیث اگر احساس اور شعور زندہ ہو تو بحیثیت مسلمان اس بات کو سمجھنا کسی کے لیے مشکل نہیں کہ مسلمان کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کی آخرت برباد ہو جائے۔ جو شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے غافل اور لاپرواہ رہا اور اسے اس پر کبھی ملال بھی نہ ہوا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرم کے طور پر پیش ہوگا۔ یہ سب سے بدنصیب انسان ہوگا۔ قیامت کے روز اس شخص کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝ وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ۝ ﴾ [طه : 74، 75]

''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کے سامنے مجرم کی حیثیت سے آئے گا، جہنم اسی کے لیے ہے۔ وہ اس میں نہ جیئے گا نہ مرے گا۔ اور جو شخص اس (اللہ) کے سامنے مومن (فرمانبردار) کی حیثیت سے آئے گا کہ اس نے نیک اعمال کیے ہوں گے، یہی تو وہ لوگ ہیں جن کے لیے بلند درجات ہیں۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝ ﴾ [الزخرف : 74]

''مجرم جہنم کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔''

زیر بحث حدیث مبارکہ میں قطع تعلقی کا ارتکاب کرنے والے مجرم کا انجام بیان ہوا ہے، کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس حدیث میں قابل فکر بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے والدین سے قطع تعلقی رکھتا اور ان سے بے نیاز اور بے خبر رہتا ہے، ان کی خدمت، اطاعت اور حسن سلوک نہیں کرتا؛ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا مجرم ہے اور وہ شخص جس قدر بھی ظاہری نیکیاں اپنے نامہ اعمال میں لے کر آئے گا؛ اسے جنت سے محرومی ہی ہوگی۔ کیونکہ اس کے نامہ اعمال میں والدین کی نافرمانی اور عدم اطاعت کا گناہ موجود ہوگا۔

قطع تعلقی پر اللہ کی طرف سے وعید

[39]...... حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ ❶ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالْجَبَّارِ ، (قَالَ) سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ يُحَدِّثُ ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

❶ مخطوطہ میں "النَّمِيْرِيُّ" ہے جو کہ درست نہیں۔ درست "النَّمَرِي" ہے، یہ النمر بن قاسط بن ھنب بن افصی بن دعمی کی طرف نسبت ہے۔ [دیکھئے: الأنساب ، للسمعاني : 179/13]

وَسَلَّمَ قَالَ: ((إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ تَقُولُ: ، يَا رَبِّ إِنِّي قُطِعْتُ ، يَا رَبِّ ظُلِمْتُ ، يَا رَبِّ ، يَا رَبِّ ، يَارَبِّ ، فَيُجِيبُهَا: أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ ، وَأَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ)) .

تخریج الحدیث محدث البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ الأدب المفرد ، للبخاری ، حديث : 65، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 157/15 ، حديث : 9273، البر والصلة ، للحسين بن حرب ، حديث: 133 .

ترجمة الحدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم (رشتہ داری) اللہ کی ذات سے منسوب ہے۔ وہ کہتی ہے: اے میرے رب! مجھے توڑ دیا گیا ہے۔ اے میرے رب! مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے رب! اے میرے رب۔ اللہ تعالیٰ اسے جواب دیتے ہیں: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے قطع تعلقی کردوں گا جو تجھے توڑے گا۔ اور اسے اپنا بنالوں گا جو تجھے جوڑے گا۔

والدین کی خدمت کرو...... دوبارہ موقع نہیں ملے گا

[40]...... حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ : قَالَ إِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : ((مَثَّلْتُ نَفْسِيْ فِي الْجَنَّةِ ، اٰكُلُ مِنْ طَعَامِهَا ، وَأَشْرَبُ مِنْ شَرَابِهَا ، وَأُجَاوِرُ فِيْهَا ، وَأُصِيْبُ مَنِ اشْتَهٰى ، ثُمَّ قُلْتُ : أَيْ نَفْسُ تَمَنَّي ، قَالَتْ : أَتَمَنّٰى أَنْ أَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَأَزْدَادَ مِنَ الْعَمَلِ كَيْمَا أَزْدَادُ مِنَ الثَّوَابِ۔ ثُمَّ مَثَّلْتُ نَفْسِيْ فِي النَّارِ ، اٰكُلُ مِنْ زَقُّوْمِهَا وَأَشْرَبُ مِنْ حَمِيْمِهَا۔ ثُمَّ قُلْتُ : أَيْ نَفْسُ تَمَنَّى ـ قَالَتْ : أَتَمَنّٰى أَنْ أَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَأَتُوْبُ كَيْمَا أَنْجُو مِمَّا أَنَا فِيهِ۔ فَقُلْتُ لَهَا : أَيْ نَفْسُ فَأَنْتِ فِيْ أُمْنِيَتِكِ؛ فَاعْمَلِيْ)) .

تخریج الحدیث إسناده ضعيف: اس سند میں انقطاع ہے، سفیان بن عیینہ نے ابراہیم تیمی سے روایت نہیں کی۔ اس اثر کے مزید حوالہ کے لیے دیکھئے: حلية الأولياء و طبقات الأصفياء ، لأبی نعیم : 211/4 ، الزهد ، لإبن حنبل ، ص: 293، حديث : 2106، محاسبة النفس ، لابن أبی الدنيا ، ص: 26، حديث : 10 .

ترجمة الحدیث ابراہیم تیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے دل میں جنت کا نقشہ اس طرح بنایا کہ میں اس کے کھانے کھا رہا ہوں، اس کے مشروبات پی رہا ہوں۔ اور اس کے باسیوں کی ہمسائیگی میں ہوں۔ من چاہی چیزیں مجھے مل رہی ہیں۔ پھر میں نے اپنے دل سے کہا: مزید کوئی تمنا ہے تو بتاؤ۔ اس نے کہا: میں دنیا میں

واپس جانا چاہتا ہوں تا کہ مزید اعمال کروں اور مزید جزا حاصل کروں۔ پھر میں نے اپنے دل میں جہنم کا نقشہ کھینچا کہ میں اس کا تھوہر کھا رہا ہوں، اور اس کا کھولتا ہوا پانی پی رہا ہوں۔ پھر میں نے اپنے دل سے کہا: کوئی تمنا ہے تو بتاؤ؟ اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ دنیا میں واپس بھیج دیا جاؤں اور توبہ کروں تا کہ جس عذاب میں مبتلا ہو گیا ہوں اس سے نجات پاسکوں۔ پھر میں نے اپنے دل سے کہا: اپنی چاہتوں (خواہشات) میں ہی رہتے ہو، کچھ عمل بھی کرلو۔

شرح الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ قول اس لیے بیان کیا ہے کہ انسان کے لیے دنیا میں ہی موقع ہے کہ وہ اعمال کرلے۔ اپنے والدین کی خدمت کرلے۔ موت کے بعد پچھتاوا کسی کام نہیں آئے گا۔ اور والدین کی زندگی بھی بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت کی قدر کر کے والدین کی خدمت اور اطاعت کرلو، والدین کی وفات کے بعد تمنا کرنا اور حسرت کرنا بے کار ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ انسان کو محض تمناؤں اور خواہشات میں نہیں رہنا چاہیے؛ بلکہ عمل کرنا چاہیے۔ ہر شخص کا دل چاہتا ہے کہ جہنم سے محفوظ رہے اور جنت کا وارث بنے؛ تو اس کے لیے عمل کرنا ضروری ہے۔ ضروری ہے کہ اللہ کی توحید اور والدین کی اطاعت کو لازم پکڑے۔

حالات کیسے بھی ہوں...... والدین کی خدمت کرو

[41]...... حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (قَالَ): قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ)) قَالَ الْبُخَارِيُّ: ((وَبِهِ نَأْخُذُ)) قَالَ الْبُخَارِيُّ: قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: ((مَنْ لَا يَعْلَمُ وَيَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ فَهُوَ عَالِمٌ)).

تخریج الحدیث صحيح البخاری، كتاب التطوع، باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی، حديث: 1171، سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب إذا دخل الرجل والإمام يخطب، حديث: 1117.

ترجمة الحدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ شخص دو رکعات پڑھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارا عمل بھی

اسی کے مطابق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص (کسی بات/مسئلہ کو) نہیں جانتا اور اسے معلوم ہے کہ وہ نہیں جانتا، تو وہ بھی عالم ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث کا اس کتاب کے عنوان کے ساتھ تعلق اور نسبت یہ ہے کہ جو انسان زندہ ہے اسے چاہیے کہ وقت گزرنے سے قبل اپنے والدین سے نیکی اور حسن سلوک کر لے۔ بالکل اسی طرح کہ جس طرح خطیب کے خطبہ کے دوران آنے والے کو فورا دو رکعات پڑھنی چاہئیں تا کہ وقت نہ گزر جائے۔ اور ایک مفہوم اس حدیث سے یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نماز ادا کرنے والے کے پاس بلند آواز سے بولنا اس کی نماز میں خلل کا باعث بنتا ہے، بلند آواز کا ماحول نمازی کے لیے غیر موزوں ہے، لیکن خطبہ جمعہ کے دوران آنے والے کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات پڑھنے کا حکم دیا ہے حالانکہ خطیب بآواز بلند بات کر رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح اولاد کے لیے ضروری ہے کہ انہیں والدین کی طرف سے کوئی سازگار اور موزوں ماحول نہ بھی ملے، والدین کا رویہ اور طرز زندگی اگرچہ اس کے لیے تکلیف دہ ہو لیکن پھر بھی اسے چاہیے کہ والدین کی خدمت و اطاعت کے لیے کوشاں رہے۔ اور ان سے بدتمیزی کرنے سے مکمل اجتناب کرے۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے قول سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ جس شخص کے بچپن میں ہی اس کے والدین وفات پا گئے، یا وہ اپنے والدین کے پاس کسی مجبوری کے باعث نہ رہ سکا، اسے والدین کی خدمت کا موقع سے نہ مل سکا، اور والدین وفات پا گئے، لیکن اس کے دل میں والدین کا احترام موجود ہے، تو والدین کی وفات کے بعد اسے ان کی خدمت نہ کر سکنے کا افسوس اور احساس یقینی ہو تو اسے امید رکھنی چاہیے کہ اس کی دوری و عدم خدمت گزاری کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے۔

والدین پر غصہ مت کرو

[42]...... حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ ، حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ ، عَنْ أَبِيْ حَصِينٍ ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَوْصِنِيْ وَأَقْلِلْ لَعَلِّيْ أَعِيْهِ قَالَ: ((لَا تَغْضَبْ)) فَسَأَلَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ: ((لَا تَغْضَبْ)) .

تخریج الحدیث صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، حديث:

6116، سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی کثرٰ الغضب، حدیث: 2020، مسند أحمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 357/14، حدیث: 8744، السنن الکبری، للبیهقی: 181/10، حدیث: 20281، الآداب، للبیهقی: ص: 55، حدیث: 134.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے نصیحت کیجیے۔ لیکن مختصر کیجیے تاکہ میں یاد رکھ سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ نہ کیا کر۔ اس آدمی نے ایک یا دو مرتبہ مزید یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہی فرمایا: غصہ نہ کیا کر۔

شرح الحدیث اگر اہل ایمان کے لیے عمومی حکم یہ ہے کہ غصہ نہ کیا کر، تو والدین کے معاملے میں یہ حکم تو بالاولیٰ زیادہ شدید ہے۔ والدین سے ترش اور سخت بات کرنا بھی جرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴾ [الإسراء: 23]

''انہیں اُف بھی نہ کہو۔ اور سخت کلامی بھی نہ کرو۔ ان کے ساتھ اچھی بات ہی کرو۔''

لہٰذا جب معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ غصہ کرنا حرام ہے تو والدین کے ساتھ غصہ کرنا تو بالاولیٰ ممنوع اور حرام ہے۔

غصے پر قابو رکھو

[43]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَيْسَ الشَّدِيْدُ مَنْ غَلَبَ النَّاسَ، وَلٰكِنَّ الشَّدِيْدُ مَنْ غَلَبَ نَفْسَهُ)).

تخریج الحدیث علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ الادب المفرد، للبخاری، ص: 446، حدیث: 1317، مسند إسحاق بن راهویه: 446/1، حدیث: 516، شرح مشکل الآثار، للطحاوی: 331/4، حدیث: 1645، شرح السنة، للبغوی: 160/13، حدیث: 3582، اعتلال القلوب، للخرائطی: 38/1، حدیث: 63.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقتور وہ شخص نہیں ہے جو لوگوں پر غلبہ پالے، بلکہ طاقتور وہ ہے جو اپنے نفس پر غلبہ (قابو) پالے۔

شرح الحدیث والدین بوڑھے ہو جائیں تو ان کے سامنے اپنی جوانی اور طاقت کے نشہ میں بدکلامی اور سخت رویہ اپنانے میں بہادری نہ سمجھو۔ تمھاری جوانی اور والدین کے بڑھاپے میں والدین کو تمھاری محبت، نرمی، ہمدردی، خدمت، اطاعت اور سہارے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے اپنی طاقت کو آزمانے اور والدین پر رعب جھاڑنے سے مکمل گریز کرو۔ تمھاری حقیقی بہادری یہ ہے کہ تم اپنے والدین کی سخت اور ترش بات پر بھی اپنے غصے پر قابو رکھو اور انہیں نرمی کے ساتھ جواب دو۔ غالباً اسی مفہوم کو بیان کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو یہاں ذکر کیا ہے۔

زبان پر قابو رکھو

[44]...... حَـدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْمُقَاتِلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبرَاهِيْمَ بنِ عُمَرَ بْنِ كَيْسَانَ عَن أَبِيهِ ❶ قَـالَ: ((مَـكَـثَ ابْنُ أَبِى نَجِيْحٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ ثَـلاثِيْنَ سَنَةً لا يَتَكَلَّمُ بِكَلِمَةٍ يُؤْذِىْ بِهَا جَلِيْسَهُ)).

تخریج الحدیث اس کی سند میں انقطاع ہے۔ سيـر أعلام النبلاء، للذهبى: 125/6 (فى ترجمة عبد الله بن أبى نجيح يسار أبو يسار الثقفى)

ترجمۃ الحدیث ابراہیم بن کیسان رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن ابی نجیح رحمہ اللہ ❷ نے تیس سال تک ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے ان کے ہم مجلس افراد کو تکلیف پہنچے۔

شرح الحدیث یہ ہمارے اسلاف کا رویہ اور نمونہ ہے کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور حسن اخلاق کا رویہ رکھتے تھے تو اپنے والدین کے ساتھ کس قدر نرم اور ہمدرد و مطیع ہوں گے۔

ہاتھ پر قابو رکھو

[45]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَـلَامٍ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ: أَتَدْرُوْنَ مَا السَّلَامُ؟ اَلسَّلَامُ: أَنْتَ اٰمِنٌ

❶ مخطوطہ میں: "حَـدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ كَيْسَانَ" ہے۔ سیر أعلام النبلاء میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ البتہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التاریخ الکبیر میں درست نام مذکور ہے اسی کی بنا پر ہم نے نقل کیا ہے۔

❷ ابن ابی نجیح رحمہ اللہ کا نام عبداللہ بن ابی نجیح یسار المکی ہے۔ آپ ثقہ راوی تھے۔ آپ کی وفات 131ھ میں ہوئی۔ کتب ستہ میں آپ کی مرویات منقول ہیں۔

مِنّي ، أَنْتَ سَالِمٌ مِنّي .

ترجمة الحديث امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: کیا تم جانتے ہو کہ سلام (سلامتی) کیا ہے؟ سلام (سلامتی) یہ ہے کہ تم میری طرف سے امن میں اور میری طرف سے سلامت رہو۔ [1]

شرح الحديث مسلمان ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان حقوق اللہ ادا کرنے میں مشغول رہے اور حقوق العباد میں غفلت کر جائے۔ حقوق العباد کی ادائیگی اسلام کے بنیادی احکام میں سے ہے۔ جس شخص کے والدین اس کی زبان یا اس کے ہاتھ سے محفوظ نہیں؛ درحقیقت وہ انسان مسلمان نہیں ہے۔

والدین کی خدمت جتلانا، جہالت ہے

[46]...... سَـمِـعْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْنَدِيَّ يَقُوْلُ : جَاءَ سَلْمُ بْنُ سَالِمٍ إِلَى ابْنِ عُيَيْنَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَجَعَلَ يُسْمِعُهُ، يَقُوْلُ : فَعَلْتُ كَذَا وَفَعَلْتُ كَذَا ، قَالَ : فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ عُيَيْنَةَ فَقَالَ : أَشْفَانِيْ مِنْكَ عَقْلُكَ ، قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى : ﴿وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾

تخريج الحديث یہ روایت بھی اس کتاب کے علاوہ کسی مصدر سے نہیں مل سکی۔ [مترجم]

ترجمة الحديث (امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں) میں نے ابوعبداللہ المسندی کو فرماتے ہوئے سنا کہ سلم بن سالم، امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے پاس آیا، اور انہیں سنا کر کہنے لگا: میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا۔ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: تمھاری عقل نے مجھے تم سے دور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''جاہلوں سے دور رہو۔'' [الاعراف: 199]

شرح الحديث اس روایت میں دو طرح کا مفہوم ہے: 1: بعض بدبخت انسان یہ سوچتے ہیں کہ ہم کتنا تعاون کریں؟ کتنا خرچہ اٹھائیں؟ جتنا میں کر سکتا ہوں کر لیا ہے، بلکہ اپنی ہمت سے زیادہ کر لیا ہے۔ اب مجھ سے مزید بوجھ نہیں اٹھایا جاتا۔ لہٰذا ماں باپ مجھ سے مزید تقاضا اور مطالبہ نہ کریں۔

2: اگر والدین طبعاً سخت رویہ کے مالک ہیں، یا بڑھاپے کی وجہ ان کی طبیعت میں سختی آگئی ہے تو اولاد کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ یہ جتلاتے پھریں کہ ہم نے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہر طرح سے نرمی اور اچھے سلوک کا رویہ رکھا ہے لیکن ماں باپ (یا ان دونوں میں سے کوئی ایک) ہمارے ساتھ نرمی نہیں برتتے۔ ڈانٹتے

---

[1] یہ روایت اس کتاب کے علاوہ کسی مصدر سے نہیں مل سکی۔ البتہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مترجم)

ہیں، برا بھلا کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہر دو صورت میں والدین کی خدمت اور حسن سلوک کا رویہ اپنانا اولاد کی ذمہ داری ہے۔ اولاد کو والدین سے حسن سلوک کا رویہ؛ والدین کے لیے نہیں بلکہ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے رکھنا ہے۔

والدین سے مقابلہ اور تکرار مت کرو

[47]...... حَدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنِى ابْنُ أَبِى زَائِدَةَ، أَخْبَرَنَا أَبِى، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنِ الْبَهِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: ((دُونَكِ فَانْتَصِرِى)).

تخریج الحدیث محدث البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ الأدب المفرد، للبخاری، ص: 159، حدیث: 558، سنن ابن ماجة، کتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء، حدیث: 1981، مسند إسحاق بن راهويه: 1030/3، حدیث: 1781.

ترجمة الحدیث ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا: تم اپنا بدلہ لے لو۔

شرح الحدیث یہ ایک مفصل روایت کا اختصار ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ زینب بنت جحش بغیر اجازت ہی میرے حجرے میں آ گئیں۔ وہ اس وقت بہت غصے میں تھیں۔ انہوں نے میرے لیے بہت غصے کا اظہار کیا۔ میں نے منہ پھیر لیا۔ ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! تم بھی اپنا بدلہ لے لو۔ پھر میں زینب (رضی اللہ عنہا) کی طرف پلٹی اور انہیں خوب جواب دیا۔ حتیٰ کہ ان کے منہ میں لعاب خشک ہو گیا، وہ میری باتوں کا جواب نہ دے سکیں۔ [1]

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس روایت کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کے نامناسب رویے اور ناپسندیدہ بات پر غصہ آئے تو اس کا بدلہ چکانے میں اس بات کا لحاظ ضرور رکھا جائے گا کہ مدمقابل تمھارے برابر

[1] یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف کتب میں مذکور ہے۔ دیکھیے: سنن ابن ماجة، کتاب النكاح، باب حسن معاشرة النساء، حدیث: 1981، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الانتصار، حدیث: 4898، سنن النسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب الرجل بعض نسائه اکثر من بعض، حدیث: 3946.

کا ہو۔ اگر تمھارے مقابلے میں والدین ہیں، یعنی اگر والدین نے کوئی سخت بات، یا غیر مناسب بات کر دی یا کسی ایسے موقع پر کوئی بات کر دی جہاں اولاد کو بے عزتی محسوس ہو، تو اولاد کے لیے کسی صورت جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والدین سے بدلہ لیں اور زبان درازی کریں۔ بلکہ ان کا ادب ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ بدلہ منصب و حیثیت کی برابری کی صورت میں لیا جاتا ہے۔

والدین سے محبت کا اظہار کرو

[48]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ أَنَّهُ أَحَبَّهُ)).

تخریج الحدیث إسناده صحيح: الأدب المفرد، للبخاري، ص: 191، حديث: 542، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب إخبار الرجل الرجل بمحبته إياه، حديث: 5124، سنن الترمذي، أبواب الزهد، باب ماجاء في إعلام الحب، حديث: 2392.

ترجمة الحديث سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ...... انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے...... وہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب اپنے کسی بھائی سے محبت کرے تو اسے بتائے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔

شرح الحديث جس سے محبت ہو، اسے بتانے میں فائدہ یہ ہے کہ وہ شخص بھی آپ کے لیے اپنے دل میں احترام اور محبت کا جذبہ رکھے گا۔ اس روایت کو یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے والدین سے محبت کرتا ہے تو ان سے محبت کا اظہار کرے، محبت و پیار کا ثبوت دیتا رہے تو والدین کے دل میں اس کے لیے مزید نرمی، محبت اور پیار پیدا ہوگا۔ جس کی وجہ سے والدین اس سے خوش رہیں گے اور اس کے لیے دعائیں کریں گے۔ والدین کے خوش رہنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور والدین کی دعاؤں سے انسان کو کامیابیاں اور اللہ تعالیٰ کا قرب ملے گا۔

والدین کی غیبت مت کرو

[49]...... سَمِعْتُ مُوسَى بْنِ إِسْمَاعِيلَ، سَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُولُ: ((مَا اغْتَبْتُ أَحَدًا مُنْذُ

عَلِمْتُ أَنَّ الْغِيْبَةَ تَضُرُّ أَهْلَهَا)).

تخریج الحدیث الترغيب والترهيب، لقوام السنة : 140/3، حديث : 2244، التاريخ الأوسط، للبخاري : 322/2.

ترجمة الحدیث ابوعاصم رحمہ اللہ کہتے ہیں ❶: میں نے تب سے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت اپنے مرتکب کو نقصان دیتی ہے۔

شرح الحدیث اگر کسی شخص کی کسی بری عادت، برائی اور عیب کے متعلق تمھیں معلوم ہے تو اسے لوگوں کے سامنے ہرگز بیان نہ کرو، کیونکہ اسے غیبت کہتے ہیں اور غیبت بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر معاشرے کے عام لوگوں کے بارے میں یہ حکم ہے تو والدین کے بارے میں کس قدر سخت اور شدید حکم ہوگا۔ والدین کی عادات، انداز زندگی اور عملی زندگی میں کتنی ہی برائیاں ہوں، انہیں لوگوں کے سامنے بیان کر کے اپنے والدین کی عزت کو داغدار کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت اس کتاب میں اسی وضاحت کے لیے بیان کی ہے کہ والدین کی غیبت کرنا، یعنی: ان کی عملی کوتاہیاں، خطائیں، برائیاں اور عیوب، لوگوں کے سامنے ہرگز بیان نہ کرو۔ اس سے والدین کی دلآزاری ہوتی ہے اور ان کی عزت میں کمی آتی ہے۔ غیبت کی تعریف یہی بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ'' ❷ یعنی: کسی مسلمان کی ایسی بات لوگوں کے سامنے بیان کرنا جس کا لوگوں تک پہنچنا اس مسلمان کو ناپسند ہو۔

تو عام مسلمان کی عزت کے تحفظ کے لیے اس قدر تاکید ہے تو والدین کے معاملے میں تو بالاولیٰ زیادہ تاکید اور سختی ہے۔ والدین کے عیوب اور ان کی خامیاں کسی کے سامنے بیان نہ کرو، وہ تمھارا قریبی رشتہ دار ہو، دوست ہو یا تمھاری بیوی۔

والدین پر نرمی اور ترس کرو

[50]...... حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ مِخْرَاقٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّي لَأَذْبَحُ الشَّاةَ وَأَنَا أَرْحَمُهَا،

❶ ابوعاصم رحمہ اللہ کا نام ضحاک بن مخلد تھا۔ آپ امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ وقت کے بہت بڑے ثقہ امام ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ذہین، سلیم العقل اور پیکر زہد وتقویٰ تھے۔

❷ صحيح مسلم، رقم: 2589.

أَوْ إِنِّي لَأَرْحَمُ الشَّاةَ أَنْ أَذْبَحَهَا، قَالَ: ((وَالشَّاةُ إِنْ رَحِمْتَهَا، يَرحَمُكَ اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ)).

تخریج الحدیث إسناده صحيح: الأدب المفرد، للبخاری، ص: 136، حدیث: 373، مصنف ابن أبی شیبة: 214/5، حدیث: 25361، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 359/24، حدیث: 15592، المعجم الأوسط، للطبرانی: 142/3، حدیث: 2736.

ترجمة الحدیث سیدنا قرہ بن ایاس بن ریاب المزنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اللہ کے رسول! میں بکری ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر ترس آجاتا ہے۔ یا (اس نے یوں کہا کہ) مجھے بکری پر رحم (ترس) آتا ہے کہ میں اسے ذبح کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو مرتبہ فرمایا: تمھیں اگر بکری پر رحم آتا ہے تو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔

شرح الحدیث اگر جانور پر ترس کھانے سے انسان پر اللہ تعالیٰ رحم کرتے اور ترس کرتے ہیں تو انسانوں پر ترس اور رحم کرنے، ان سے ہمدردی کرنے اور ان کی تکالیف کو دور کرنے کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر پسندیدہ ہوگا؟ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اگر انسان اپنے والدین کے ساتھ رحم اور ہمدردی کا سلوک رکھے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بالاولیٰ واجب ہوجائے گی۔

والدین کے ساتھ ایسا ہی پیار بھرا رویہ رکھنے کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا﴾

[الاسراء: 24]

''ان کے لیے رحمدلی کے ساتھ عاجزی کے بازو جھکائے رکھو۔ اور کہو: اے اللہ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔''

اس قدر خدمت کرو کہ ضمیر مطمئن رہے

[51]...... حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالإِثْمِ؟ فَقَالَ: ((الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ[1]، وَالإِثْمُ

[1] مخطوطہ میں ''الخُلق'' ساقط ہے۔ دیگر نسخوں اور مصادر میں اسی طرح ہے جس طرح ہم نے نقل کیا ہے۔

مَا حَكَّ ❶ فِي نَفْسِكَ فَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ)).

تخريج الحديث صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تفسير البر والإثم، حديث: 2553، الأدب المفرد، للبخاري، حديث: 295، 302، سنن الترمذي، أبواب الزهد، باب ماجاء في البر والإثم، حديث: 2389، مصنف ابن أبي شيبة: 212/5، حديث: 25335.

ترجمة الحديث سیدنا نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ نے نیکی اور بدی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی تو اچھا اخلاق ہے۔ اور بدی (برائی) وہ ہے جو تمھارے دل میں کھٹکے۔ اور تمھیں برا لگے کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو۔

شرح الحديث کون سا عمل برائی کے زمرے میں آتا ہے اور کون سا عمل نیکی اور اچھائی کہلاتا ہے، اس کی پہچان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت آسان کلیہ بیان کر دیا ہے۔ والدین سے حسن سلوک سے متعلق کتاب میں اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ والدین کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا ہی حقیقی نیکی ہے۔ اور اگر والدین سے متعلق کسی معاملے میں تمھارا دل مطمئن نہ ہو، تمہارا ضمیر تمہیں اگر ملامت کر رہا ہو تو سمجھ لینا کہ تم والدین کے ساتھ بدسلوکی اور بے ادبی کے مرتکب ہو رہے ہو۔ اس لیے اس کام سے تائب ہو کر اپنے اللہ سے معافی طلب کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ رکھو۔ اسی میں کامیابی ہے۔

فتنوں کے دور میں بھی والدین سے روگردانی مت کرو

[52]...... حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخبَرنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: ((أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هُنَا يُشِيرُ إِلَى الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)).

تخريج الحديث صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب . . .، حديث: 3511، صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب الفتنة من المشرق من حيث يطلع قرن الشيطان، حديث: 2905، سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب . . .، حديث: 2268.

---

❶ بعض مصادر میں "حاك" ہے جبکہ ہمارے پیش نظر برالوالدین کے مخطوطہ اور الأدب المفرد وغیرہ میں "حكَّ" ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خبردار! فتنہ یہاں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ ادھر سے شیطان کا سینگ نمودار ہوگا۔

شرح الحديث اس روایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ والدین کی نافرمانی کا ہوگا۔ لہٰذا والدین کی اطاعت و خدمت کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ فتنوں کے دور میں والدین کی خدمت و اطاعت کو فراموش نہ کر دینا۔

علماء نے فتنوں کے نمودار ہونے کی جگہ کا تعین باقاعدہ نقشہ جاتی سمتوں کے اعتبار سے کیا ہے۔ جو شہر اس فتنے کا گڑھ ہونے کے اعتبار سے علماء کے اتفاق رائے میں آتا ہے اس شہر کے لوگوں نے جو جو فتنے برپا کیے ان کے پوری انسانیت بالخصوص امت مسلمہ پر نہایت گہرے اور خطرناک اثرات مرتب ہوئے۔ بے رحمی کی ایسی نسبت ان کی طرف منسوب ہوئی کہ تا قیامت ڈھل نہ سکے گی۔

[53]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ ، حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنْ أَبِيْهِ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ : ((إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)) يَعْنِي الْمَشْرِقَ .

تخريج الحديث إسناده ضعيف: عبداللہ بن صالح کی وجہ سے یہ سند ضعیف ہے۔ البتہ متن کے اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہے۔ صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب . . . ، حديث : 3511، صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب الفتنة من المشرق من حيث يطلع قرن الشيطان، حديث : 2905، سنن الترمذی، أبواب الفتن، باب . . . ، حديث : 2268 .

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنہ ادھر سے ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوگا۔ یعنی مشرق سے۔

شرح الحديث والدین کی نافرمانی بھی فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ ہے۔ اس فتنے کے آثار یورپ میں تو بہت نمایاں ہیں کہ والدین اولاد پر حکم چلانے کی بجائے اولاد کے تابع اور ان سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔ بلکہ یورپ کی مثال کیوں دی جائے ہمارے مسلمان معاشرے میں بھی یہ رجحان بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ والدین کو گھروں سے بے دخل کرنا، والدین کے خلاف معمولی اشیاء اور زمین کے حصول کے لیے

مقدمہ بازی، علاج معالجہ کی سہولیات دینے سے گریز کرنا وغیرہ بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت سی صورتوں میں والدین کو ذلت ورسوائی کی گہرائیوں میں دھکیل دیا گیا ہے۔

اور فتنے کا اگر دوسرا رخ دیکھا جائے تو بعض والدین بھی اپنی اولاد میں واضح ناانصافی کے مرتکب ہیں۔ اور والدین ہونے کا فائدہ اٹھا کر لوگوں اور قانون کی نظر میں سچے ثابت ہونے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ اپنی اولاد پر کسی نہ کسی طرح سے ظلم کررہے ہوتے ہیں۔ ایسے حالات بھی فتنہ ہی کی ایک شکل ہیں۔ اولاد کو ایسے حالات میں نہایت محتاط رویہ اپنانا ہوگا۔ تاکہ ان کی طرف سے والدین کے ساتھ ظلم نہ ہو۔ ہر عمل کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا، وہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

روزِ قیامت سب واضح ہوجائے گا

[54]...... حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ [1] ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاطِبٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ الزُّبَيْرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ قَالَ الزُّبَيْرُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يُكَرَّرُ عَلَيْنَا الْخُصُوْمَةُ بَعْدَ الَّذِيْ كَانَ لَنَا فِي الدُّنْيَا ؟ قَالَ: ((نَعَمْ)) . قُلْتُ: إِنَّ الْأَمْرَ لَشَدِيْدٌ .

تخريج الحديث إسناده حسن: مسند الحميدی : 184/1 ، حديث : 60، سنن الترمذی ، أبواب تفسير القرآن ، باب و من سورة الزمر ، حديث : 3236، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 45/3، حديث : 1434 .

ترجمة الحديث سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ [الزمر : 31] (پھر تم اپنے رب کے پاس قیامت کے روز جھگڑو گے۔) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! دنیا میں جو ہمارے درمیان جھگڑے ہیں یہ دوبارہ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر تو معاملہ بہت شدید ہے۔

[1] مخطوط میں "مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَلْقَمَةَ" ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ دیگر مصادر کی روشنی میں ہم نے درستی کردی ہے۔ یہ محمد بن عمرو بن علقمہ بن وقاص اللیثی ابوعبداللہ المدنی ؛ تابعی ہیں۔ آپ کی مرویات صحیحین اور سنن اربعہ میں منقول ہیں۔ آپ کی وفات 145ھ میں ہوئی۔

[55]...... حَـدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَبُوْ ثَابِتٍ الْمَدَنِيُّ ، قَالَ (حَدَّثَنَا) ❶ عُمَرُ بْنُ طَلْحَةَ الْوَقَاصِيُّ ❷ ، عَـنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الـزُّبَيْرِ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) يَقُوْلُ : لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ قَالَ الـزُّبَيْـرُ (رَضِـيَ الـلّٰهُ عَنْهُ) : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، يُكَرَّرُ عَلَيْنَا مَا كَانَ مِنَّا فِي الدُّنْيَا مَعَ خَوَاصِّ الـذُّنُـوْبِ ؟ قَـالَ : ((نَـعَـمْ ، لَيُـكَرَّرَنَّ عَلَيْكُمْ ، حَتَّى يُؤَدَّى إِلٰى كُلِّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ)) قَالَ الزُّبَيْرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَاللّٰهِ إِنَّ الْأَمْرَ لَشَدِيْدٌ .

قَـالَ الْبُـخَـارِيُّ : وَرَوَاهُ حَـمَّـادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ جُنْدُبٍ ، عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ الزُّبَيْرُ ، وَرَوَاهُ شَـدَّادُ بْـنُ سَـعِيْـدٍ ، عَـنْ غَيْـلَانَ ، عَـنْ مُـطَـرِّفٍ ، قَالَ : قَالَ الزُّبَيْرُ ، وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ ، وَالصَّحِيْحُ حَدِيْثُ الْأَوَّلِ .

تخریج الحدیث إسناده حسن : السـابع من فوائد أبي عثمان البحيري ، ص : 100 ، حديث : 100 ، الأحاديث المختارة ، لـضيـاء الدين المقدسي : 49/3 ، حديث : 852 ، مسـند الحميدي: 184/1 ، حديث : 60 ، سـنـن الترمـذي ، أبواب تفسير القرآن ، باب و من سورة الزمر ، حديث: 3236 ، مسـنـد أحـمـد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 45/3 ، حـديث: 1434 ، مسـنـد أبـي يعلىٰ الموصلي: 31/3 ، 668 .

ترجمۃ الحدیث سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ [الـزمـر : 31] (پھر تم اپنے رب کے ہاں قیامت کے روز جھگڑو گے) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیا ہمارے درمیان دنیا میں جو جھگڑے ہیں وہ دوبارہ اپنے مخصوص گناہوں کے ساتھ پھر لوٹ آئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وہ تم پر ضرور دوبارہ لوٹیں گے۔ حتی کہ ہر حقدار کو اس کا حق دیا جائے گا۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! پھر تو معاملہ نہایت شدید ہوگا۔

---

❶ "حدَّثَنَا" مخطوطہ سے ساقط ہے۔

❷ مخطوطہ میں "عَـلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ الْوَقَاصِيُّ" ہے جو کہ درست نہیں۔ یہ عمر بن طلحہ بن علقمہ بن وقاص اللیثی المدنی ہیں۔ الوقَّاصِي: سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت ہے۔ [دیکھئے: الأنسـاب ، للسمعاني : 353/13] انہوں نے اپنے والد محترم: طلحہ بن علقمہ، اپنے چچا عبداللہ بن علقمہ اور اپنے چچا زاد بھائی: محمد بن عمرو بن علقمہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے مروی احادیث الأدب المفرد اور خلق أفعال العباد میں بیان کی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے جندب سے اور انہوں نے حسن سے روایت کیا ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا تھا۔ اور شداد بن سعید نے غیلان سے اور انہوں نے مطرف سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بھی بیان کیا ہے کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا تھا۔ ان احادیث کے الفاظ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں لیکن اول الذکر حدیث صحیح ہے۔

[56]...... حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ الْقُمِّيُّ ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ هُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ لَمْ نَدْرِ مَا تَفْسِيرُهَا ، فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ ، قُلْنَا : هٰذَا الَّذِيْ وَعَدَنَا رَبُّنَا أَنْ نَخْتَصِمَ فِيْهِ .

تخریج الحدیث إسناده حسن: شرح مشكل الآثار ، للطحاوى: 123/1 ، حديث : 132 ، مستدرك حاكم : 617/4، حديث: 8709 ، السنن الكبرى ، للنسائى: 238/10، حديث : 11383 .

ترجمة الحديث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب یہ آیت: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ [الزمر : 31] (پھر تم اپنے رب کے ہاں قیامت کے روز جھگڑو گے) نازل ہوئی، تو ہم نہیں جانتے تھے کہ اس کی تفسیر کیا ہے۔ لیکن جب اختلاف پیدا ہونے لگا تو ہم نے کہا: یہی وہ وعید ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ہم اس کی وجہ سے جھگڑیں گے۔

شرح الحديث روز قیامت جھگڑے اور اختلافات کا رونما ہونا اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ دنیا میں اختلافات ختم کرنے چاہئیں۔ اختلافات اور جھگڑوں کا خدشہ اگر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں بھی موجود تھا تو ہمیں اختلافات اور ان سے پیدا ہونے والے نقصانات سے بالا ولیٰ دور رہنا ہوگا۔ جب عام لوگوں کے اختلافات کا اثر انسان کے ساتھ ساتھ رہے گا جو قیامت کے روز بھی نمودار ہو جائے گا تو پھر ایسے انسان کی بدبختی کا کیا عالم ہوگا کہ جس نے والدین کے ساتھ جھگڑے اور اختلافات کا رویہ رکھا ہوگا۔

والدین کے ساتھ اختلاف رائے ہو جائے یا والدین آپ کے کسی اخلاقی عمل سے اختلاف کریں تو اس عمل کو ترک کر دو اور والدین کی رائے قبول کرو۔ اگر والدین اپنی رائے میں کہیں غلطی کا شکار ہیں یا انہیں کسی معاملے کی حقیقت کا علم نہیں تو باادب طریقے سے انہیں سمجھانے، مطمئن کرنے اور اعتماد میں لینے کی کوشش کرو۔ لیکن ان

سے جھگڑا، فساد اور بدتمیزی نہ کرو۔

والدین کی نافرمانی ...... ایک فتنہ

[57]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، أَخبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : ((هَلْ تَدْرُوْنَ مَا أَرٰى ؟ أَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ)) .

تخریج الحدیث صحيح البخاری، كتاب فضائل المدينة، باب آطام المدينة، حديث : 1878، تغليق التعليق على صحيح البخاری، لابن حجر : 134/3، صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب نزول الفتن كمواقع المطر، حديث: 2885.

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمھارے گھروں کے درمیان واقع ہو رہے ہیں۔

شرح الحدیث ہر گھر میں فتنوں کا ایک جھونکا نمودار ہو چکا ہے۔ جس کی شناخت کرنے کے لیے معمولی توجہ کی ضرورت ہے، سب کچھ اپنی حقیقی صورت میں واضح ہو جاتا ہے۔ گھروں میں جہاں دیگر بہت سے فتنے جگہ پکڑ چکے ہیں ان میں سے ایک فتنہ والدین اور اولاد کے درمیان تعلق و رابطہ سے متعلق ہے۔ والدین اپنی مصروفیات کے باعث اولاد کو باقاعدہ تربیت و نگرانی کے لیے وقت نہیں دے پاتے۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں، اس لیے بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دلانا ضروری ہے، لہٰذا والدین گھر میں ایک قاری صاحب کا اہتمام کر کے اپنی اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ والدین کو کچھ علم نہیں کہ ہمارے بچوں کے کس کس کے ساتھ کیا کیا تعلقات اور کس نوعیت کے روابط ہیں۔ بچوں پر اخراجات اور ان کی من چاہی ضروریات پوری کرنا والدین اپنی طرف سے حقوق اولاد کی ادائیگی میں بری الذمہ ہونے کی گارنٹی سمجھ لیتے ہیں۔ بچے جوان ہو جائیں تو والدین ان کی شادیوں کی پرواہ کو سنجیدہ نہیں لیتے۔ پڑھائی، کاروبار میں کامیابی اور اچھی جاب ملنے تک کا انتظار ضروری قرار پاتا ہے۔

دوسری طرف اولاد سوشل میڈیا میں اس قدر مصروف ہے کہ والدین کے حالات سے باخبر رہنا ممکن؛ بلکہ گوارا ہی نہیں۔ پوری دنیا سے رابطہ اور واقفیت حاصل کرتے ہیں لیکن اپنے ہی گھر میں کیا حالات ہیں، والدین کی کیا ضروریات ہیں، والدین نے اس کے ساتھ کیا کیا امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں؛ اس بات کا کچھ احساس

نہیں۔ والدین کی باتوں اور نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں جبکہ دوستوں کی باتوں پر لبیک کہنا فرض سمجھا جاتا ہے۔ بے راہ روی، معاشقہ، بے حیائی اور سنگیت کی دنیا میں گم رہنا بچے اور بچیوں میں بہت حد تک یکساں طور پر نہایت مضبوطی سے رائج ہو چکا ہے۔

یہ تمام صورتیں فتنوں کی ہیں۔ یہی فتنے ہمارے گھروں میں لڑائی جھگڑے، ناجائز تعلقات، حسد، الزامات، عدم اعتمادی، بے حسی اور ایک دوسرے کی حق تلفی جیسے جرائم کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

[58]...... حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ أُسَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((هَلْ تَدْرُوْنَ مَا أَرٰى ؟ إِنِّي لَأَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ)) .

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، حدیث: 3597، صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب نزول الفتن کمواقع المطر، حدیث: 2885، مسند الحمیدی: 467/1، حدیث: 552، مصنف ابن أبی شیبة: 449/7، حدیث: 37127.

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ میں تمھارے گھروں میں بارش برسنے کی طرح فتنے برستے دیکھ رہا ہوں۔

[59]...... حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ، أَخبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ كُرْزِ بْنِ عَلْقَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، [1] قَالَ : قَالَ أَعْرَابِيٌّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لِلْإِسْلَامِ مُنْتَهَى؟ قَالَ : ((نَعَمْ ، أَيُّمَا أَهْلُ بَيْتٍ مِنَ الْعَرَبِ ، أَوِ الْعَجَمِ أَرَادَ اللّٰهُ بِهِمْ خَيْرًا أَدْخَلَ عَلَيْهِمُ الْإِسْلَامَ ، ثُمَّ تَقَعُ الْفِتَنُ كَأَنَّهَا الظُّلَمَ ، فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ : كَلَّا ، قَالَ : ((بَلٰى وَالَّذِي نَفْسِيْ بِيَدِهِ ، ثُمَّ تَعُوْدُوْنَ فِيْهَا أَسَاوِدَ صُبًّا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ)) .

تخریج الحدیث إسناده صحیح: مستدرك الحاکم: 502/4، حدیث: 8403، مسند

[1] سیدنا کرز بن علقمہ بن ہلال بن جریبہ الخزاعی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے تھے۔ آپ کا تعلق بنوخزاعہ قبیلہ سے تھا۔ سفر ہجرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قدموں کے آثار کی کھوج لگانے والے یہی شخص تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک دیکھ کر کہا تھا: یہ تو وہی قدم ہے جس کا نشان مقام ابراہیم میں موجود ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بہت طویل عمر پائی۔[طبقات ابن سعد : 12/6]

الحمیدی : 489/1، حدیث : 584، مصنف ابن أبی شیبة : 449/7، حدیث : 37126، المعجم الکبیر، للطبرانی : 197/19، حدیث: 442، مسند أبی داؤد الطیالسی: 619/2، حدیث: 1386 .

ترجمة الحدیث سیدنا کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا اسلام کی انتہا بھی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ عرب وعجم میں سے جس گھرانے سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کریں گے؛ ان تک اسلام پہنچا دیں گے۔ پھر فتنے یوں رونما ہوں گے جیسے گھٹائیں ہوں۔ اس اعرابی نے کہا: واقعی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ پھر تم کالے ناگوں کی طرح ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے کو کاٹنے لگو گے۔

شرح الحدیث فتنوں کی جس صورت کا اس حدیث میں ذکر ہے، وہ بہت حد تک ہمارے معاشرے کا حصہ بن چکی ہے۔ جائیداد کی خاطر؛ سوتیلی ماؤں اور سوتیلے بہن بھائیوں، بلکہ حقیقی بہن بھائیوں اور حتی کہ ماں باپ کے قتل تک حالات پہنچ چکے ہیں۔

فتنوں کی یہ صورت والدین اور اولاد کے درمیان اخلاقی فاصلہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ضروری ہے کہ مائیں بیٹیوں کو امور خانہ داری اور حسن سلیقہ کے ساتھ ساتھ حسن سلوک کی تربیت بھی دیں۔ خاوند اور سسرال کے ساتھ مناسب اور پیار بھرا رویہ اپنانے کی تلقین ونصیحت بھی کریں۔ کسی قسم کی بدزبانی کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔ مادی اشیاء کی نسبت رشتہ داریوں کو اہمیت دینے کا درس دیں۔

والد؛ ہمیشہ نیک اور حلال کمائی سے اپنی اولاد کی پرورش کرے اور انہیں دینی آداب اور اسلامی شعائر سے روشناس کرے۔حرام سے اجتناب اور حلال کی ترغیب دے۔

[60]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ، حَدَّثَنِی اللَّیْثُ ، حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلٌ الْمَشْرِقَ یَقُوْلُ: ((أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا ، أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ مِنْ هَا هُنَا ، مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ)) .

تخریج الحدیث یہ سند عبداللہ بن صالح کثیر الخطا راوی کی وجہ سے ضعیف ہے البتہ متن صحیح اور شواہد کی تائید کے ساتھ قابل قبول ہے۔ صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی الفتنة من قبل المشرق، حدیث : 7093، صحیح مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب الفتنة من المشرق . . . ، حدیث : 2905 .

ترجمة الحديث لیث بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں نافع رحمہ اللہ نے بتایا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ ﷺ مشرق کی طرف رخ مبارک کیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: یاد رکھو! فتنے یہاں ہیں۔ خبردار رہو! فتنے یہاں سے ہیں۔ جہاں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوگا۔

[61]...... حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ ، حَدَّثَنَا أَبِيْ ، عَنْ صَالِحٍ ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، أَخْبَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ .

تخريج الحديث صحيح البخاری ، كتاب الفتن ، باب قول النبی الفتنة من قبل المشرق ، حديث: 7093، صحيح مسلم ، كتاب الفتن و أشراط الساعة ، باب الفتنة من المشرق . . . ، حديث : 2905 .

ترجمة الحديث صالح رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہمیں نافع رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ایسی حدیث بیان کی ہے۔

[62]...... حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ، أَنْبَأَنَا عَبْدُاللَّهِ بْنُ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ إِلَى الْمَشْرِقِ يَقُوْلُ: ((إِنَّ الْفِتَنَ مِنْ هَا هُنَا ، إِنَّ الْفِتْنَةَ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ)) .

تخريج الحديث صحيح البخاری ، كتاب بدء الخلق ، باب صفة إبليس وجنوده ، حديث : 3279 ، صحيح مسلم ، كتاب الفتن و أشراط الساعة ، باب الفتنة من المشرق . . . ، حديث : 2905 .

ترجمة الحديث سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا: آپ ﷺ مشرق کی طرف اشارہ کررہے تھے اور فرما رہے تھے: فتنے یقیناً ادھر ہی سے ہوں گے۔ بلا شبہ فتنے اسی جگہ سے ہوں گے جہاں سے شیطان کا سینگ نمودار ہوگا۔

دنیا اور آخرت میں سزا کا باعث

[63]...... حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِيْ إِيَاسٍ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، حَدَّثَنَا عُيَيْنَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، سَمِعْتُ أَبِيْ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: ((مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰی أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا ، مَعَ مَا يُدَّخِرُ لَهُ فِي الْاٰخِرَةِ، مِنْ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَالْبَغْيِ)) .

تخریج الحدیث علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ الأدب المفرد ، للبخاری ، ص : 37، حدیث : 67، سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی النهی عن البغی، حدیث : 4902، سنن ابن ماجة، کتاب الزهد، باب البغی، حدیث : 4211، مسند أبی داؤد الطیالسی : 202/3، حدیث : 921.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی اور ظلم سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ دنیا میں جلد سزا دیں اور پھر اس کے لیے آخرت میں بھی عذاب موجود ہو۔

شرح الحدیث اس حدیث میں اس شخص کے لیے نہایت سخت وعید ہے جو والدین سے قطع تعلقی کرتا اور ان کی ضروریات کا لحاظ نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ عام لوگوں کے ساتھ قطع تعلقی کرنے والے کو سخت اور جلد سزا دیتے ہیں تو والدین کے نافرمان کو اللہ کے عذابوں اور سزاؤں سے بالاولیٰ ڈرنا چاہیے، کہ اس کے جرم کی سزا سب جرائم سے جلد اور سخت ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمان ہونے والے یہودیوں کے بہت بڑے عالم کعب الاحبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ إِنَّ اللَّهَ لَيُعَجِّلُ حِينَ العَبدِ إِذَا كَانَ عَاقًّا لِوَالِدَيهِ فَيُعَجِّلُهُ العَذَابَ" [1]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس انسان کو بہت جلد سزا دیتے ہیں جو اپنے والدین کا نافرمان ہو۔''

اپنا فرض نبھاتے رہو

[64]...... حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ : إِنَّ لِي قَرَابَةً

[1] حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، لأبی نعیم الأصبهانی : 378/5، 22/6 .

أَصِـلُهُـمْ وَيَقْطَعُوْنَ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ ، وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ إِلَيَّ ؟ قَالَ : ((لَـئِنْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ ، كَأَنَّمَا ❶ تُسِـفُّهُـمُ الْمَلَّ ، فَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرًا مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ))

تخریج الحدیث الأدب المفرد ، للبخاری ، ص : 32، حدیث : 52، صحیح مسلم، کتاب البـر والـصـلة والآداب، بـاب صلة الرحم و تحریم قطیعتها، حدیث : 2558، شـعب الإیمان، للبیهقی: 334/10، حدیث : 7583.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان سے درگزر کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے بدتمیزی کرتے ہیں۔ میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں جبکہ وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر واقعی ایسا ہے، جیسا تم نے کہا ہے؛ تو تم ان کے منہ میں خاک ڈال رہے ہو۔ جب تک تم اپنے معمول پر قائم رہو گے تمھیں ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل رہے گی۔

شرح الحدیث رشتہ داروں کی بدسلوکی اور قطع رحمی کے بدلے میں بھی ان کے ساتھ اچھا رویہ رکھنا؛ بوقت ضرورت ان کا تعاون اور مدد کرنا عظمت کا باعث ہے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے کہ والدین کسی وقت سخت اور تند رویہ بھی اپنائیں تو اولاد حسن سلوک کی راہ پر گامزن رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکی کا انہیں صلہ عطا فرمائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد ایسی فرمانبردار اولاد کو ہمیشہ حاصل رہے گی۔

صلہ رحمی کا اجر اور فضیلت

[65]...... حَـدَّثَـنَـا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، وَالْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو ، وَفِـطْـرٍ ، عَـنْ مُـجَـاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو - قَالَ سُفْيَانُ: وَلَمْ يَرْفَعْهُ الْأَعْمَشُ إِلَى الـنَّبِـيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَرَفَعَهُ الْحَسَنُ وَفِطْرٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: ((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلَكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ تَوَلَّتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا)) .

تخریج الحدیث صـحیـح البـخـاری، کتاب الأدب، باب لیس الواصل بالمکافئ، حدیث:

---

❶ مخطوطہ میں "كَأَنَّهُمْ" ہے۔

5991، سنن أبی داؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، حدیث : 1697، الأدب المفرد، للبخاری: ص : 37، حدیث: 68.

ترجمة الحدیث سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہوتا۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص ہے جس سے رشتہ دار منہ پھیریں لیکن وہ صلہ رحمی کرے۔

حصول جنت کا آسان نسخہ

[66]...... حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، عَلِّمْنِي عَمَلاً يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: ((لَئِنْ كُنْتَ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتَ الْمَسْأَلَةَ، أَعْتِقِ النَّسَمَةَ، وَفُكَّ الرَّقَبَةَ)) قَالَ: أَوَلَيْسَتَا وَاحِدٌ؟ قَالَ: ((لَا، عِتْقُ النَّسَمَةِ أَنْ تُعْتِقَ النَّسَمَةَ، وَفَكُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعِينَ عَلَى الرَّقَبَةِ، وَالْمَنِيحَةُ الْوَلُوْقُ، وَالْفَيْءُ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ، فَتَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ، وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَمْ تُطِقْ، فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ)).

تخریج الحدیث محدث البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ الأدب المفرد، للبخاری: ص : 38، حدیث : 69، مسند أبی داؤد الطیالسی : 104/2، حدیث : 775، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 600/30، حدیث : 18647.

ترجمة الحدیث سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے کہا: اللہ کے نبی! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے بات مختصر لیکن سوال بہت بڑا کیا ہے۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) انسان کو آزادی دلاؤ اور گردن چھڑاؤ۔ اس نے کہا: یہ دونوں کام ایک ہی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ انسان کو؛ آزادی دلانے سے مراد ہے کہ تم خود کسی انسان کو آزاد کرو۔ اور گردن چھڑانے سے مراد یہ ہے کہ تم اس کی آزادی میں تعاون کرو۔ (مزید فرمایا) دودھ دینے والا جانور عطیہ کرو، ظالم رشتہ دار سے نرمی کرو۔ اگر تم ایسا نہ کر سکو تو نیکی کا حکم دو، برائی سے منع کرو۔ اگر تم ایسا بھی نہ کر سکو تو اچھی بات کے علاوہ زبان کو خاموش رکھو۔

شرح الحدیث غلام کو آزاد کرنا اگر جنت میں جانے کا باعث ہے تو جس انسان کے والدین کسی بھی نوعیت کی غلامی کا شکار ہیں، انہیں اس غلامی سے آزادی دلانا بالاولیٰ جنت میں داخلے کا باعث ہے۔ اسی طرح کسی دوسرے شخص سے اس کے والدین کی آزادی کے لیے مالی و اخلاقی تعاون کرنا بھی اسی حدیث کی رو سے جنت میں داخلے کا باعث ہے۔

اسی طرح دودھ دینے والا جانور یا کسی بھی قسم کا مفید عطیہ دینا انسان کے لیے جنت میں داخلہ کا باعث ہے تو اگر یہی عطیہ اپنے والدین کو دے اور ان کی ضرورت پوری کرے تو یقیناً اس کے لیے زیادہ اجر اور جنت میں یقینی داخلے کا باعث ہوگا۔ لیکن یاد رہے اولاد اپنے والدین کو صدقہ نہیں دیں گے۔ کیونکہ ان کی خدمت کرنا اس کے ذمہ واجب وفرض ہے۔

کسی قسم کی برائی یا کوئی بھی نامناسب عمل والدین کی زندگی کا حصہ ہو تو انسان کو چاہیے کہ اس کی اصلاح کے لیے گزارش کرے لیکن بدتمیزی اور سخت روی کے ساتھ نہ پیش آئے۔ اگر اسے محسوس ہو کہ اس کی زبان سے کوئی سخت کلمہ نکل سکتا ہے، جس سے والدین کی بے توقیری اور توہین ہوسکتی ہے تو اسے چاہیے کہ خاموش رہے۔

نیکی ضائع نہیں ہوتی

[67]...... حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَان، أَخبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ): أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ أَوْ أَتَحَنَّتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، مِنْ صِلَةٍ، وَعَتَاقَةٍ، وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيْهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيْمٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((أَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ)).

تخریج الحدیث الأدب المفرد، للبخاری، حدیث: 70، صحيح البخاری، كتاب البيوع، بـاب شراء المملوك من الحربی و هبته و عتقه، حديث: 2220، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حكم عمل الكافر إذا أسلم بعده، حديث: 123.

ترجمة الحدیث سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میں دور جاہلیت میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرانا، اور صدقہ کرنا وغیرہ جیسے اعمال بطور عبادت کیا کرتا تھا، ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کہ

میرے لیے ان کا اجر ہے؟ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے گزشتہ نیکیوں سمیت اسلام قبول کیا ہے۔

شرح الحدیث والدین کے ساتھ حسن سلوک، اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا پسندیدہ عمل ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی اپنے والدین کی خدمت کرتا اور ان سے حسن سلوک کرتا اور ان کی فرمانبرادری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اس عمل کا صلہ اور بدلہ عطا فرماتے ہیں۔ اگرچہ آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ صلہ رحمی ایسا عمل ہے جس کا بدلہ کافر کو بھی ملتا ہے......لیکن دنیا میں......۔

اگر صلہ رحمی کرنے والا غیر مسلم شخص حالت کفر سے تائب ہو کر اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی فرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں شامل وسلامت رکھے گا۔

ننہال کے ساتھ نیکی کی فضیلت

[68]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ شَرِيْكٍ ، حَدَّثَنَا أَبِیْ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَشَجِّ ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ عَنْهَا ، أَنَّهَا أَعْتَقَتْ جَارِيَةً لَهَا فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ : ((قَدْ اٰجَرَكِ اللّٰهُ ، أَمَا إِنَّكِ لَوْ أَعْطَيْتِهَا أَخْوَالَكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ)) .

تخریج الحدیث مستدرك حاكم: 575/1، حديث : 1513، صحيح البخاری، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة المرأة لغير زوجها و عتقها، حديث : 2592، سنن أبی داؤد، كتاب الزكاة، باب فی صلة الرحم، حديث : 1690، مسند احمد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 400/44، حديث : 26817.

ترجمة الحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک کنیز آزاد کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں اجر دے گا، لیکن اگر تم وہ کنیز اپنے ماموؤں کو دے دیتی تو تمھیں زیادہ اجر ملتا۔

شرح الحدیث اس حدیث میں ماموؤں کو تحفہ دینے سے والدہ کے رشتہ داروں سے حسن سلوک اور انہیں

عطیات وتحائف دے کران سے صلہ رحمی کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔اس حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ماں کے رشتہ داروں کا احترام اوران سے صلہ رحمی کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ اجروثواب کا باعث ہے۔ لہٰذا تحائف دینے اورصدقہ کرنے میں اپنے والدین کے رشتہ داروں، بالخصوص ننہال کواولین ترجیح دینی چاہیے۔

[69]...... حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ، عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ؛ أَنَّ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَتْ [1] وَلِيْدَةً لَهَا، فَقَالَ لَهَا: ((وَلَوْ وَصَلْتِ بَعْضَ أَخْوَالِكِ كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِكِ))

تخریج الحدیث عبداللہ بن صالح کی وجہ سے یہ سند ضعیف ہے۔البتہ حدیث متن کے اعتبار سے صحیح ہے۔ صحيح البخاری، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب هبة المرأة لغير زوجها و عتقها، حديث : 2592، صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين، حديث : 999، سنن أبي داؤد، كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم، حديث: 1690.

ترجمة الحدیث رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک کنیز آزاد کی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: اگرتم اپنے کسی ماموں کو دے دیتی تو تمھیں زیادہ اجر ملتا۔

رشتہ داری کی اہمیت

[70]...... حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ، سَمِعْتُ عَمِّي سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ، حَتّٰى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ، قَالَتِ الرَّحِمُ: هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ۔ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلٰى يَا رَبِّ۔ قَالَ: ((فَهُوَ لَكِ)) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾﴾ .

---

[1] مخطوط میں "أعتقت" کی جگہ "سمعت" ہے۔ جو کہ خطا ہے، درست یہی ہے جسے ہم نے ثابت رکھا ہے۔

تخریج الحدیث الأدب المفرد، ص، 32، حدیث : 50، صحیح البخاری، کتاب الأدب، بـاب من وصل وصله الله، حدیث : 5987، صـحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب صـلة الـرحـم و تـحریم قطیعتها، حدیث : 2554، مسـنـد احـمـد بن حنبل (مؤسسة الرسالة): 103/14، حدیث : 8367.

ترجمة الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پیدا کی، جب اس کی تخلیق سے فارغ ہوئے تو رشتہ داری نے عرض کیا: قطع رحمی (ٹوٹنے) سے تیری پناہ مانگنے والے کے لیے یہ بہترین جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بالکل، کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میں اسی کو اپنا بناؤں گا جو تجھے ملائے گا اور اس سے قطع تعلقی کرلوں گا جو تجھے توڑے گا۔ اس (رشتہ داری) نے کہا: جی ہاں میرے رب (میں راضی ہوں)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو پھر تیرا یہی رتبہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳﴾ [محمد : 22] ''اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تمھیں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتہ داریاں توڑنے لگو۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت برسائی اور انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں اندھی کردیں۔

شرح الحدیث ماموؤں کو تحفہ دینے کی فضیلت کے متعلق حدیث کے بعد صلہ رحمی کرنے سے متعلق حدیث بیان کرکے امام بخاری رحمہ اللہ نے والدین؛ بالخصوص ماں کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی فضیلت بیان کی ہے۔

واعظین میں بھی یہ وصف ضرور ہو

[71]...... حَـدَّثَـنَـا عَبْـدُ الـلّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، سَـمِعْتُ عُرْوَةَ ، يَقُوْلُ : قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّـمَ إِلٰـى خَـدِيْـجَةَ رَضِـيَ الـلّٰـهُ عَـنْـهَـا: تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ ، فَدَخَلَ وَقَالَ : ((زَمِّلُوْنِيْ زَمِّـلُـوْنِـيْ))، فَـلَـمَّـا سُـرِّيَ عَنْهُ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ لِخَدِيْجَةَ : ((أَشْفَقْتُ عَلٰى نَـفْسِـيْ))، قَـالَـتْ خَـدِيْجَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَبْشِرْ ، فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا ، إِنَّكَ

لَتَصْدُقُ الْحَدِيْثَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ ، وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ ، فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ إِلٰى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلَ بْنِ أَسَدٍ - وَكَانَ تَنَصَّرَ - شَيْخٌ أَعْمٰى يَقْرَأُ الْإِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ ، قَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ : أَيْ عَمِّ ، اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ أَخِيْكَ ، فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ : يَا ابْنَ أَخِيْ مَاذَا تَرٰى ؟ فَأَخْبَرَهُ ، مَا رَأٰى فَقَالَ وَرَقَةُ : هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِيْ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوْسٰى ، يَا لَيْتَنِيْ فِيْهَا جَذَعٌ ، يَا لَيْتَنِيْ أَكُوْنُ حَيًّا حِيْنَ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ قَالَ : ((أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟)) قَالَ : نَعَمْ ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِهٖ قَطُّ إِلَّا عُوْدِيَ ، وَإِنْ يُدْرِكْنِيْ يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا .

تخريج الحديث صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب أول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة، حديث : 6982، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، حديث : 160 .

ترجمة الحديث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ (غار حراء سے) سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں واپس تشریف لائے، آپ ﷺ پر کپکپی طاری تھی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور کہا: مجھے کمبل اوڑھا دو مجھے کمبل اوڑھا دو۔ جب آپ ﷺ سے گھبراہٹ دور ہوئی تو آپ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: مجھے اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ مطمئن رہیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آپ تو سچی بات کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزور کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی پاداش میں آنے والی مصیبتوں پر لوگوں کا تعاون کرتے ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ عیسائی ہو چکا تھا۔ بوڑھا نابینا شخص تھا، عربی زبان میں انجیل پڑھتا تھا۔ اس سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے چچا! [1] اپنے بھتیجے کی بات سنیے۔ ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ سے پوچھا: میرے بھتیجے! تم نے کیا دیکھا؟ آپ ﷺ نے جو دیکھا تھا اسے بتایا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا: یہی مقدس ہستی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر بھیجا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم

[1] ورقہ بن نوفل، سیدہ خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں چچا؛ نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا تھا۔ کیونکہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی بات کرنے کے لیے اس کے پاس گئی تھیں۔ الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چچا کہنے کے فوراً بعد نبی کریم ﷺ کو اس کا بھتیجا کہا، بعض اہل علم نے یہ بھی توجیہ پیش کی ہے کہ وہ عمر رسیدہ آدمی تھے تو احتراماً چچا کہا، تھے وہ آپ کے چچا زاد بھائی۔ واللہ اعلم۔

آپ کو (شہر سے) نکال دے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے (شہر سے) نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: جی ہاں۔ جو مقام آپ کو ملا ہے یہ مقام جس بھی شخص کو ملا؛ اس سے عداوت ہی رکھی گئی ہے۔ اگر میری زندگی میں تمھارا وہ دن آ گیا تو میں تمھاری بھرپور مدد کروں گا۔

شرح الحدیث اس حدیث سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ علماء و مبلغین کو بھی چاہیے کہ اپنے قول و عمل میں یکسانیت پیدا کریں۔ صلہ رحمی کا درس دینے کے ساتھ ساتھ اس کا عملی مظاہرہ بھی کریں۔ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ ہمارے اکثر واعظین و مبلغین کی عملی زندگی نہایت غیر مہذب ہوتی ہے۔

اعلان نبوت سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بیوی اس بات کا اظہار کر رہی ہے کہ آپ ﷺ صلہ رحمی اور ہمدردی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ آپ ﷺ کی یہ صفت تو اعلان نبوت کے بعد مزید اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ لہٰذا ائمہ و مبلغین کو بھی صلہ رحمی بالخصوص والدین سے حسن سلوک کرنے والا بننا چاہیے۔ تبھی اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں اور مواعظ میں تاثیر پیدا کرے گا۔ اور انہیں کبھی پریشانی و رسوائی سے دوچار نہیں کرے گا۔

سرپرست میں بھی یہ وصف ضرور ہو

[72]...... حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْعُلَاءِ، وَغَيْرُهُ، أَنَّهُمَا سَمِعَا بِلَالَ بْنَ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لِلْخَلِيْفَةِ مِنْ بَعْدِكَ؟ قَالَ: ((مِثْلُ الَّذِيْ لِيْ، مَا عَدَلَ فِي الْحُكْمِ، وَقَسَطَ فِي الْبَسْطِ، وَرَحِمَ ذَا الرَّحِمِ، فَمَنْ فَعَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُ)) قَالَ: يُرِيْدُ: الطَّاعَةَ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ، وَالْمَعْصِيَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

تخریج الحدیث إسناده صحيح: شعب الإيمان، للبيهقي: 467/9، حديث: 6971، المعجم الكبير، للطبراني: 45/6، حديث: 5461، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، لأبي نعيم: 233/5، ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: ((مِثلُ الَّذِي وَلِيَ إِذَا عَدَلَ فِي الحُكمِ وَقَسَطَ فِي البَسطِ وَرَحِمَ ذَا الرَّحِمِ فَخَفَّفَ فَمَن فَعَلَ غَيرَ ذٰلِكَ فَلَيسَ مِنِّي وَلَستُ مِنهُ قَالَ: يُرِيدُ الطَّاعَةَ فِي الطَّاعَةِ وَالمَعصِيَةَ فِي المَعصِيَةِ۔)) [فوائد تمام (الفوائد، للبجلي): 70/2، حديث: 1169.

ترجمة الحدیث سیدنا سعد بن تمیم السکونی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ کے بعد والے حاکم

کے کیا حقوق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو (بطور حکمران) میرے حقوق ہیں؛ جب تک وہ شخص فیصلے میں عدل کرے، اخراجات میں انصاف کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھائی کرے۔ جس نے اس کے مخالف رویہ اپنایا اس کا مجھ سے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ صحابی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ (حکمران کی) اطاعت؛ اللہ کی اطاعت والے امور میں اور اس کی نافرمانی؛ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے امور میں ہوگی۔

شرح الحدیث جو شخص کسی بھی طرح حاکم، سرپرست یا ذمہ دار ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ عدل و انصاف سے کام لے۔ اپنے اختیارات کا صحیح استعمال کرے۔ اور ہمیشہ اپنی رعایا اور ماتحتوں کو ایسے احکام دے جو شریعت اسلامیہ کے مطابق و موافق ہوں، غیر شرعی امور میں اس کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ لہٰذا صاحب اقتدار اور صاحب مسند شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ خلاف شریعت امور کا حکم نہ دے۔ اور کسی سے ظلم و زیادتی نہ کرے۔ والدین بھی سرپرست ہونے کے اعتبار سے اس بات کے مکلّف ہیں کہ اپنی اولاد کو کبھی خلاف شریعت حکم نہ دیں۔ اور اپنی اولاد میں ہمیشہ انصاف کریں۔

اپنی ذات کو عملی نمونہ بناؤ

[73]...... حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِی الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ عُذْرَةَ عَبْدًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((لَكَ مَالٌ غَيْرُهُ؟)) قَالَ: لَا - فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ يَشْتَرِيْهِ مِنِّیْ؟)) فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ النُّحَامُ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ، فَجَاءَ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا، فَإِنْ فَضَلَ شَیْءٌ عَنْ قَرَابَتِكَ، فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا))، يَقُوْلُ: بَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ.

تخریج الحدیث صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الإبتداء فی النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة، حديث: 997، صحيح البخاری، كتاب كفارات الأيمان، باب عتق المدبر و أم الولد والمكاتب، حديث: 6716، سنن أبی داؤد، كتاب العتق، باب فی بيع المدبر، حديث: 3957۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ترجمة الحديث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنوعذرہ کے ایک آدمی نے اپنے (مرنے کے) بعد اپنے غلام کو آزاد کرنے کا اعلان کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمھارے پاس اس کے علاوہ کوئی مال ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے یہ غلام کون خریدے گا؟ تو اسے نعیم بن عبداللہ النحام رضی اللہ عنہ نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ وہ آدمی وہ رقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہی دے دی۔ اور فرمایا: اپنی ذات سے شروع کرو، اسی پر صدقہ کرو، پھر اگر رشتہ داروں سے کچھ بچ جائے تو یہاں وہاں خرچ کر سکتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے، دائیں اور بائیں اشارہ کیا۔

شرح الحديث اسلام اس بات کا درس نہیں دیتا کہ انسان صدقہ خیرات کرتے وقت اپنی اور رشتہ داروں کی ضرورتوں کو یکسر فراموش کر دے، خود کنگال اور دیوالیہ ہو جائے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ صدقہ کرتے وقت سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں میں سے مستحقین کا انتخاب کیا جائے۔ لیکن سب سے اول فریضہ یہ ہے کہ اپنے اہل خانہ: بیوی بچوں اور والدین کی ضروریات کو مدنظر رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ سب کچھ صدقہ کر دے اور اپنے اہل خانہ کی عیال داری اور ان کی ضروریات پوری کرنے سے قاصر و عاجز رہ جائے۔

نیکی یہ نہیں کہ حقوق العباد میں جو اولیں حقوق ہیں ان کو فراموش کر دیا جائے۔ اولیں حقوق العباد، اہل خانہ اور والدین کے حقوق ہیں۔

اخلاقی پستی کا دور

[74]...... حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِی إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ ابْنُ أَبِی ذِئْبٍ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَمْعَانَ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَتَعَوَّذُ مِنْ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَالسُّفَهَاءِ، فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ سَمْعَانَ: فَأَخْبَرَنِی ابْنُ حَسَنَةَ الْجُهَنِیُّ أَنَّهُ قَالَ لأَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا اٰيَةُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: ((أَنْ تُقْطَعَ الْأَرْحَامُ، وَيُطَاعَ الْمُغْوِیُّ، وَيُعْصَى الْمُرْشِدُ.))

تخريج الحديث محدث البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ الأدب المفرد، للبخاري: 66.

ترجمة الحديث سعید بن سمعان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بچوں اور نادانوں کی حکمرانی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ سعید بن سمعان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے ابن حسنہ جہنی نے بتایا کہ انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس (نادانوں کی حکومت) کی کیا علامت ہے؟ انہوں نے فرمایا: قطع رحمی ہونے لگے گی،

گمراہ کن لوگوں کی پیروی کی جائے گی اور راہ ہدایت دکھانے والوں کی نافرمانی ہونے لگے گی۔

شرح الحدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہمارے معاشرے پر بالکل صادق آرہا ہے۔ اخلاقیات اور اسلامی شعائر و اقدار سے ناواقف لوگ ہمارے حکمران ہیں۔ قطع رحمی کا رجحان عام ہے۔ ہر انسان ایک دوسرے سے الگ اور بے پرواہ ہو کر رہنا ہی پسند کرتا ہے۔ بدعات کا عجیب و غریب غلبہ ہے۔ بدعات اور خلاف شریعت امور سے منع کرنے والوں اور صحیح اسلامی تعلیمات سے روشناس کرنے والوں کے لیے سختیاں اور بے شمار رکاوٹیں ہیں۔ بدعات آئے روز نیا روپ دھار کر صحیح و حقیقی اسلامی شعائر کا منہ چڑا رہی ہوتی ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث کی صحیح تعلیمات کو قبول کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کے لیے ہمارے دل و دماغ کسی صورت تیار نہیں ہیں۔

اس حدیث کی کتاب سے مناسبت اس طرح ہے کہ انسان بے عقل افراد کے حکم کی تعمیل کرنے لگے گا۔ اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مرد، عورت کے تابع ہو جائے گا۔ کیونکہ عورت کو شریعت اسلامیہ میں ناقص العقل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب ترك الحائض الصوم، حدیث نمبر، 304 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مذکور ہے۔ مرد، عورت کے تابع ہو کر، عورت کے کہنے اور اس کی تمنا کے مطابق اپنے والدین سے روگردانی کر جائے گا۔ والدین کے ساتھ ساتھ دیگر بہت سے رشتہ داروں کو محض اپنی بیوی کے کہنے پر چھوڑ دے گا۔ اپنی عورتوں کو بے پردگی سے منع کرنے کی بھی اس میں ہمت نہ ہوگی۔ ایسے حالات اور دور سے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پناہ مانگی ہے۔

رشتہ داروں سے حسن سلوک، بالخصوص والدین کی خدمت و اطاعت کی ترغیب دلانے اور اس کا حکم دینے والوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ ''ہمیں سب کچھ معلوم ہے، ہم بہتر جانتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، آپ اپنے کام سے کام رکھیں، وغیرہ وغیرہ۔'' اور دوست احباب، جاہل اور گمراہ، روشن خیالی کے نام پر بے حیائی کو ہوا دینے اور لادینیت کو فروغ دینے والوں کو سمجھدار اور معاملہ فہم سمجھا جائے گا۔ اور انہی کی باتوں کو معتبر تسلیم کیا جائے گا۔ اور یقیناً 90 فیصد ہمارے معاشرے میں یہی ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تعلق سب سے مقدم ہے

[75]...... حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ عَنْبَسَةَ (1) بْنِ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ بَيَانِ بْنِ بِشْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ:

(1) مخطوطہ میں ''عيينة'' ہے جو کہ غلط ہے۔ ہم نے صحیح البخاری کے مطابق تصحیح کی ہے۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ جِهَارًا غَيرَ سِرٍّ ❶ : ((إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ، وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا)) . ❷

تخریج الحدیث یہ روایت اپنے شواہد کی بنا پر متن کے اعتبار سے قابل قبول اور صحیح ہے۔ صحيح البخاری ، كتاب الأدب ، باب تبل الرحم ببلالها ، حديث : 5990 ، صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب موالاة المومنين و مقاطعة غيرهم والبراء ة منهم ، حديث: 215 .

ترجمة الحديث سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو بلند آواز سے یہ پکارتے ہوئے سنا: میرا ولی (دوست) تو اللہ تعالیٰ ہے اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے ہیں۔ لیکن ان (خاندان قریش) سے میری رشتہ داری ہے، اگر یہ لوگ اسے قائم رکھیں گے تو میں بھی قائم رکھوں گا۔

شرح الحديث رشتہ داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ اور یہ بھی ضروری خیال کیا جائے کہ رشتہ داروں میں صلہ رحمی کا اولیں حقدار وہ ہے جو اہل ایمان اور پابند شریعت ہے، اگرچہ تمام رشتہ داروں سے حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ دراصل سب سے اہم اور مضبوط رشتہ داری برادری وقبیلہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ دین کی بنیاد پر ہے۔

اس روایت کو اس کتاب میں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنے والدین کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب ہرگز نہیں کرنا۔ اور والدین و دیگر رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے اور تعلق نبھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں میں شریک نہیں ہونا۔

خطرناک فتنہ کون سا ہے؟

[76]...... حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ أَبِىْ إِيَاسٍ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ ❸ النَّهْدِيَّ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ))

---

❶ مخطوطہ میں "سِرًّا غَيْرَ جَهِيْرٍ" ہے۔ ہم نے صحیح البخاری سے الفاظ نقل کردیے ہیں۔

❷ بعض مصادر میں "بِبلاهَا" مذکور ہے۔ جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَبِبَلَالِهَا أَجْوَدُ وَأَصَحُّ" یعنی: "وَبِبَلَالِهَا" زیادہ بلیغ ہے۔ [صحيح البخاری ، حديث : 5990]

❸ مخطوطہ میں "أبا عمر" ہے جو کہ کاتب کی غلطی ہے۔

تخریج الحدیث صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یتقی من شؤم المرأة، حدیث: 5096، صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب أکثر أهل الجنة الفقراء، حدیث: 2740، 2741، سنن الترمذی، أبواب الأدب، باب ماجاء فی تحذیر فتنة النساء، حدیث: 2780.

ترجمة الحدیث سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے بڑھ کر کسی فتنے کو میں نے مردوں کے لیے شدید خطرناک نہیں پایا۔

شرح الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے آخر میں نہایت اہم بات کی طرف راہنمائی کرنے والی حدیث بیان کی ہے کہ عورت ہی مرد کے لیے سب سے خطرناک فتنہ ہے۔ عورتوں کا مردوں کے لیے خطرناک فتنہ ہونا، اس حدیث کے پیش نظر دو پہلو سے ہے:

1:...... عورت کو اسلام نے پردہ میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ جب بھی عورت بے پردہ ہوتی اور مردوں کو مائل کرنے والی حرکات اور لباس اپناتی ہے تو مرد کے ایمان کے لیے خطرہ بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید جاہلیت اور فحش روشن خیالی کے اس دور میں عورتوں کو مردوں کے برابر کھڑا کرنے کی غیر اخلاقی سوچ کو ہوا دینے والے میڈیا، کاروباری اداروں میں مردوں کے ساتھ عورتوں کے ملازمت کرنے کے رجحان اور تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم کے نظام نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ بے باک گفتگو کرنے، آزادانہ ماحول میں گپ شپ، خفیہ ملاقاتوں کے راستے دیے ہیں۔ جس کی بنا پر بے حیائی، بالخصوص لڑکیوں کی بے راہ روی، والدین کی ناقدری اور غیر محرم سے ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ زنا عام ہوگیا ہے۔

2:...... مرد حضرات اپنی عورتوں کی خواہشات اور تمناؤں کو زیادہ اہمیت دیتے اور انہیں پورا کرنے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں، جس کی وجہ سے والدین کا حق بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔ آج کے دور میں میڈیا کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ہمارے معاشرے کو اس طرح سے جکڑ رکھا ہے کہ ہماری نوجوان نسل کی ذہن سازی کردی گئی ہے کہ سسرال میں بیوی کے ذمہ خاوند کے سوا کسی کا حق واجب الادا نہیں ہے۔

خاوند بھی اپنی بیوی کے نخرے اٹھانے اور اس کی ضرورتیں پوری کرنے میں اپنے والدین کو یکسر بھلا دیتا ہے۔ نہایت عظیم اور مبارکباد کی مستحق ہیں وہ خواتین جو آج کے پرفتن دور میں بھی سسرال کی خدمت و اطاعت کو نہایت خوشی سے اپنائے ہوئے ہیں۔

یہاں ایک بات سمجھنا بہت ضروری ہے کہ بیوی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے خاوند کو یہ نیت کرنا

ضروری ہے کہ میں بیوی کے اخراجات اور اس کی ضرورتیں پوری اس لیے کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے اس عمل سے خوش ہو جائے۔ جبکہ والدین کا معاملہ ایسا ہے کہ والدین کی خدمت اور اطاعت میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی باقاعدہ نیت رکھنا ضروری نہیں، اگر صرف یہی نیت ہو کہ میرے والدین راضی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ خود بخود ایسے انسان سے راضی ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے فرمان ملاحظہ فرمائیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّكَ لَن تُنفِقَ نَفَقَةً تَبتَغِي بِهَا وَجهَ اللَّهِ إِلَّا أُجِرتَ عَلَيهَا حَتَّى مَا تَجعَلُ فِي فَمِ امرَأَتِكَ .)) ❶

''تم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو کچھ خرچ کرتے ہو تمھیں اس کا اجر ملے گا۔ حتی کہ وہ خرچ بھی جو تم اپنی بیوی کے کھانے کے لیے کرتے ہو۔''

دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ان الفاظ میں مذکور ہے:

((إِذَا أَنفَقَ المُسلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهلِهِ وَهُوَ يَحتَسِبُهَا كَانَت لَهُ صَدَقَةً .)) ❷

''جب مسلمان شخص اپنے اہل (بیوی بچوں) پر خرچ کرتا ہے اور اس کی نیت اللہ تعالی سے ثواب حاصل کرنے کی ہوتی ہے تو وہ خرچ کیا ہوا اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے۔''

جبکہ والدین کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((رِضَا اللَّهِ فِي رِضَا الوَالِدَينِ وَسَخَطُ اللَّهِ فِي سَخَطِ الوَالِدَينِ .)) ❸

''اللہ تعالیٰ کی رضا؛ والدین کی رضا میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، والدین کی ناراضگی میں ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے گارنٹی دی جا رہی ہے کہ تم صرف اپنے والدین کو راضی کرو، میں خود ہی تم پر راضی ہو جاؤں گا۔

نہایت بدبخت ہیں وہ مرد جو محض اپنی عورتوں کی خاطر ماں باپ سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر وہ عورت بدبخت ہے جس کی خواہش وحکم پر مرد اپنے والدین کی نافرمانی اور ان سے کنارہ کشی کا مرتکب

❶ صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب ماجاء أن الأعمال بالنية والحسبة، حديث : 56.

❷ صحيح البخاری، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، حديث : 5351.

❸ الترغيب فی فضائل الأعمال وثواب ذلك، لابن شاهين: 93، حديث : 299، شعب الإيمان، للبيهقی : 246/10، حديث : 7446.

ہوتا ہے۔

آخر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک خواب ذکر کرنا نہایت مناسب ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور وہاں کسی کو قرآن پڑھتے سنا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ حارثہ بن نعمان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والدین کے فرمانبردار کو اسی طرح عظمتیں ملتی ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حارثہ بن نعمان (رضی اللہ عنہ) واقعی اپنے والدین کے بہت زیادہ فرمانبردار تھے۔ [1]

آخِـرُ الكِتَاب وَ الحَمْدُ لِلّٰهِ عَلىٰ كُلِّ حَالٍ ، عَلَّقَهُ لِنَفْسِهِ الْعَبْدُ مُحَمَّدُ بنُ مُحَمَّد بْـنِ مَـنْـصُور بنِ عَلِيٍّ الحُسَيْنِيُّ الْحَلبِيُّ ، نهَارَ الثُلاثَاء 28 شَوَّال لِسَنَة 887 ، بِعُلُوِّ جَامِع الأزهَرِ بِالقَاهِرَة حَمَاهَا اللّٰهُ تَعَالىٰ ، أللهُمَّ صَلِّ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّد وَ آلِهِ وَ صَحبِهِ وَسَلَّم .

[1] فضائل الصحابة ، لابن حنبل : 827/2، حديث : 1507 .

مصادر ومراجع

1: القرآن العظیم...... [منزل من اللّٰه تعالی]

2: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان (تفسیر السعدی)، عبدالرحمن بن ناصر بن عبد الله السعدی۔ تحقیق: عبد الرحمن بن معلا اللویحق۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت

3: صحیح البخاری:محمدبن إسماعیل البخاري۔تحقیق:محمد زهیر بن ناصر الناصر۔ ترقیم:محمد فؤاد عبد الباقی۔دارطوق النجاة

4: صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری۔ تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی۔ دار إحیاء التراث العربی بیروت

5: سنن أبی داود:أبو داود سلیمان بن الأشعث السِّجِستانی۔ تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید۔المکتبة العصریة صیدا بیروت

6: سنن الترمذی: ابوعیسیٰ محمد بن عیسی الترمذی۔ تحقیق: أحمد محمد شاکر۔ الناشر: شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی مصر۔

7: سنن النسائی(المجتبی من السنن):أبو عبدالرحمن أحمد بن شعیب النسائی۔ تحقیق:عبد الفتاح أبو غدة۔مکتب المطبوعات الإسلامیة حلب

8: سنن ابن ماجة:ابن ماجة أبوعبداللّٰه محمدبن یزیدالقزوینی۔ تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی۔دارإحیاء الکتب العربیة فیصل عیسی البابی الحلبی

9: سنن الدارقطنی: علی بن عمر الدارقطنی۔ تحقیق و تعلیق:شعیب الارنؤوط ، حسن عبد المنعم شلبی . . ، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان

10: المعجم الکبیر:سلیمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانی۔ تحقیق: حمدی بن عبد المجید السلفی۔ الناشر:مکتبة ابن تیمیة القاهرة

11: المعجم الأوسط: سلیمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانی۔ تحقیق: طارق بن عوض اللّٰه ، عبد المحسن بن إبراهیم۔ دار الحرمین القاهرة

12: السنن الكبرى: أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائى۔ تحقيق:حسن عبد المنعم شلبى۔ مؤسسة الرسالة بيروت

13: السنن الكبرى للبيهقي: أحمد بن الحسين أبوبكر البيهقى۔ تحقيق: محمد عبد القادر عطا۔دارالكتب العلمية بيروت

14: شعب الإيمان:أحمد بن الحسين أبوبكر البيهقى۔ تحقيق: الدكتور عبد العلى عبد الحميد حامد۔ مختار أحمد الندوى۔ مكتبة الرشد بالرياض

15: مسند الحميدى: أبو بكر عبد الله بن الزبير الحميدى۔ تحقيق: حسن سليم أسد الدَّارَانِىّ۔دارالسقا دمشق سوريا

16: سنن الدارمى:أبو محمد عبد اللّه بن عبد الرحمن الدارمى۔ تحقيق: حسين سليم أسد الدارانى۔ دار المغنى للنشر والتوزيع المملكة العربية السعودية

17: مسند الشهاب: أبو عبد اللَّه محمد بن سلامة القضاعى المصرى۔ المحقق: حمدى بن عبد المجيد السلفى۔ الناشر:مؤسسة الرسالة بيروت

18: مسندأبى داودالطيالسى:أبو داودسليمان بن داود الطيالسى۔ تحقيق: الدكتور محمد بن عبد المحسن التركى۔ الناشر: دار هجر مصر

19: مسند الشاميين: سليمان بن أحمد أبو القاسم الطبرانى۔ تحقيق: حمدى بن عبدالمجيد السلفى۔ الناشر: مؤسسة الرسالة بيروت

20: مصنف ابن ابى شيبة: أبو بكر بن أبى شيبة۔ تحقيق: كمال يوسف الحوت۔مكتبة الرشد الرياض

21: مصنف عبدالرزاق: أبوبكر عبدالرزاق بن همام۔تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمى۔المكتب الإسلامى بيروت

22: مستدرك حاكم(المستدرك على الصحيحين):أبو عبداللّه الحاكم۔ تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا۔ دارالكتب العلمية بيروت

23: مسند الإمام أحمد بن حنبل:أبو عبد الله أحمد بن حنبل۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط و عادل مرشد وآخرون۔مؤسسة الرسالة بيروت

24: مسند أبى يعلى: أبو يعلى أحمد بن على التميمى الموصلى۔ تحقيق: حسين سليم أسد۔

الناشر: دار المأمون للتراث دمشق

25: مسـنـد إسـحـاق بـن راهويه:إسحاق بن إبراهيم إبن راهويه۔ تحقيق: د۔ عبد الغفور بن عبد الحق البلوشی۔ مكتبة الإيمان المدينة المنورة

26: شرح مشكل الآثار:أبو جعفر أحمد بن محمد الطحاوی۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط۔ الناشر: مؤسسة الرسالة

27: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: أبو الحسن نور الدين على بن أبی بكر الهيثمی۔ تحقيق: حسام الدين القدسی۔ مكتبة القدسی القاهرة

28: الـمـجالسة وجواهر العلم: أبو بكر أحمد بن مروان الدينوری۔ تحقيق: أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان۔ دار ابن حزم بيروت

29: اعتلال القلوب للخرائطی: أبو بكر محمد بن جعفر الخرائطی۔ تحقيق: حمدی الدمرداش۔ نزار مصطفی الباز مكة المكرمةالرياض

30: الأدب الـمفرد، للبخاری:ابوعبدالله محمد بن إسماعيل البخاری۔ تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقی۔ دار البشائر الإسلامية بيروت

31: حـلية الأولياء وطبقات الأصفياء:أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهانی۔ دار الكتاب العربی بيروت

32: مـعـجـم ابـن الأعـرابی: أبو سعيد بن الأعرابی۔ تحقيق: عبدالمحسن بن إبراهيم بن أحمد الحسينی۔ دارابن الجوزی المملكةالعربيةالسعودية

33: أطراف الغرائب والأفراد من حديث رسول اللّٰه ﷺ، للدارقطنی: المؤلف:أبو الفضل محمد بن طاهر المعروف بابن القيسرانی۔ تحقيق: محمود محمد محمود، حسن نصار۔ دارالكتب العلمية بيروت

34: تغليق التعليق على صحيح البخاری: أحمد بن حجر العسقلانی۔ تحقيق: سعيد عبد الرحمن موسی القزقی۔ المكتب الإسلامی بيروت

35: الـمـطـالـب الـعـالية بـزوائـد المسانيد الثمانية: أبو الفضل أحمد بن حجر العسقلانی۔ دار العاصمة دار الغيث السعودية

36: شـرح السنة: محی السنة أبو محمد الحسين بن مسعود البغوی۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط ،

محمد زهير الشاويش۔ المكتب الإسلامی دمشق

37: السابع من فوائد أبی عثمان البحيری: أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بنُ مُحَمَّدِ البَحِيرِيُّ النَّيسَابُورِی۔ الناشر: مخطوط نُشر فی برنامج جوامع الكلم المجانی التابع لموقع الشبكة الإسلامية

38: الأحاديث المختارة أو المستخرج من الأحاديث المختارة مما لم يخرجه البخاری ومسلم فی صحيحيهما: ضياء الدين أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد المقدسی۔ تحقيق: الدكتور عبد الملك بن عبد الله بن دهيش۔ دار خضر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت

39: فضل الصلاة علی النبی صلی اللّٰه عليه وسلم: إسماعيل بن إسحاق القاضی۔ تحقيق: محمد ناصر الدين الألبانی۔ المكتب الإسلامی بيروت

40: الأذكار: أبو زكريا محيی الدين يحيی بن شرف النووی۔ تحقيق: عبد القادر الأرنؤوط۔ دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت

41: الترغيب فی فضائل الأعمال وثواب ذلك:عمر بن أحمد ابن شاهين۔ تحقيق: محمد حسن إسماعيل۔ دار الكتب العلمية بيروت

42: الترغيب والترهيب: إسماعيل بن محمد الملقب بقوام السنة۔ تحقيق: أيمن بن صالح بن شعبان۔ الناشر: دار الحديث القاهرة

43: البر والصلة عن ابن المبارك وغيره: أبو عبد الله الحسين بن الحسن المروزی۔ المحقق: د۔محمد سعيد بخاری۔ دار الوطن الرياض

44: مكارم الأخلاق:أبو بكر عبد الله بن محمد المعروف بابن أبی الدنيا۔ تحقيق:مجدی السيد إبراهيم۔ مكتبة القرآن القاهرة

45: الآداب، للبيهقی:أحمد بن الحسين أبوبكر البيهقی۔ مؤسسة الكتب الثقافية بيروت

46: الزهد: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل۔ وضع حواشيه: محمد عبد السلام شاهين۔ دار الكتب العلمية بيروت

47: الترغيب فی فضائل الأعمال وثواب ذلك: أبو حفص عمر بن أحمد البغدادی المعروف بابن شاهين۔ تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل۔ دار الكتب العلمية بيروت

48: كتاب فضائل شهر رمضان: الشيخ أبو حفص عمر بن أحمد المعروف بابن شاهين

49: مكارم الأخلاق: أبو بكر عبد الله بن محمد البغدادی المعروف بابن أبی الدنيا۔ تحقيق:

مجدى السيد إبراهيم۔ مكتبة القرآن القاهرة

50: البـر والصلة: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن على المعروف بابن الجوزى۔ تحقيق: عادل عبد الموجود على معوض۔ مؤسسة الكتب الثقافية بيروت

51: الـصـمـت وآداب الـلسان: أبو بكر عبد اللّه بن محمد المعروف بابن أبى الدنيا۔ تحقيق:أبو إسحاق الحوينى۔ دار الكتاب العربى بيروت

52: مـحـاسبة الـنـفـس: أبو بكر عبد اللّٰه بن محمد بن عبيد البغدادى المعروف بابن أبى الدنيا۔ تحقيق: مجدى السيد إبراهيم و عبد الله الشرقاوى۔ دار الكتب العلمية بيروت

53: الـقـول البين الأظهرفى الدعوة إلى اللّٰه والأمر بالمعروف والنهى عن المنكر: عبد العزيز بن عبد الله الراجحى۔ دارالسلام الرياض

54: فـوائد تمام(الفوائد): أبو القاسم تمام بن محمد البجلى الرازى۔ تحقيق: حمدى عبدالمجيد السلفى۔ مكتبة الرشد الرياض

55: الإعـتـقـاد لـلبيهـقـى (الاعـتـقـاد والهـداية إلى سبيل الرشاد . .): أحمد بن الحسين أبوبكر البيهقى۔دارالآفاق الجديدة بيروت

56: شـرح أصـول اعتـقـاد أهل السنة والجماعة:هبة اللّٰه بن الحسن اللالكائى۔ تحقيق: أحمدبن سعد بن حمدان الغامدى۔ دارطيبة السعودية

57: السـنة: أبـو بـكـر بـن أبـى عـاصـم الشيبانى۔ تحقيق: محمد ناصر الدين الألبانى۔ المكتب الإسلامى بيروت

58: بـرالـوالـديـن لـلبـخـارى، بتـحـقيـق و تـخريج بسام بن عبدالكريم الحمزاوى۔ مطبوعه: دارالحديث الكتانية بيروت

59: بـرالـوالـديـن لـلبـخـارى۔ بتحقيق حسين سليم اسد الدارانى ﷻ و مـزهف حسين اسد ﷻ۔ دارالتوحيد المملكة العربية السعودية، الرياض

60: بـرالـوالدين للبخارى، بتحقيق: عبدالعاطى محي الشرقاوى۔ الناشر: مكتبة الامام البخارى للنشر والتوزيع مصر

61: فتـح البـارى شـرح صـحيح البخارى، لابن حجر: أحمد بن على بن حجر العسقلانى۔ دار المعرفة بيروت

62: فضائل الصحابة: أبوعبد اللّه أحمد بن محمد بن حنبل الشيبانى۔ تحقيق: دكتور وصى الله محمد عباس۔ مؤسسة الرسالة بيروت

63: التاريخ الأوسط: أبوعبدالله محمد بن إسماعيل البخارى۔ تحقيق: محمود إبراهيم زايد۔ مكتبة دار التراث حلب

64: سير أعلام النبلاء: شمس الدين أبو عبد اللّه محمد بن أحمد الذهبى۔ تحقيق: مجموعة من المحققين بإشراف الشيخ شعيب الأرناؤوط۔ مؤسسة الرسالة بيروت

65: الأعلام، لخير الدين الزركلى:خير الدين بن محمود الزركلى الدمشقى۔ الناشر: دار العلم للملايين

66: تهذيب الكمال فى أسماء الرجال: يوسف بن عبد الرحمن أبو الحجاج المزى۔ تحقيق:دكتور بشار عواد معروف۔ مؤسسة الرسالة بيروت

67: تاريخ الإسلام: شمس الدين محمد بن أحمد الذهبى۔ تحقيق:عمر عبد السلام التدمرى۔ دار الكتاب العربى بيروت

68: تاريخ دمشق، لابن عساكر: أبو القاسم على بن الحسن ابن عساكر۔ تحقيق: عمرو بن غرامة العمروى۔ دار الفكر بيروت

69: الطبقات الكبرى: أبو عبد اللّٰه محمد بن سعد المعروف بابن سعد۔ تحقيق: محمد عبد القادر عطا۔ دارالكتب العلمية بيروت

70: معرفة الصحابة: أبو نعيم أحمد بن عبد اللّٰه الأصبهانى ۔ تحقيق: عادل بن يوسف العزازى۔ دار الوطن للنشر الرياض

71: أسد الغابة فى معرفة الصحابة: أبو الحسن المعروف بابن الاثير۔ تحقيق:على محمد معوض، عادل أحمد۔ دار الكتب العلمية بيروت

72: طبقات المحدثين بأصبهان والواردين عليها: ابوالشيخ الأصبهانى۔ تحقيق: عبد الغفور عبد الحق حسين البلوشى۔ مؤسسة الرسالة بيروت

73: حلية البشر فى تاريخ القرن الثالث عشر:عبدالرزاق بن حسن البيطار الدمشقى۔ تحقيق: محمد بهجة البيطار: دار صادر بيروت

74: الإرشاد فى معرفة علماء الحديث:أبويعلى الخليلى خليل بن عبد اللّٰه القزوينى۔تحقيق:

د۔محمد سعیدعمر إدریس۔ مکتبة الرشد الریاض

75: المنتخب من معجم شیوخ السمعانی:ابوسعد التمیمی السمعانی۔ تحقیق: موفق بن عبد اللّٰه بن عبد القادر۔ دار عالم الکتب الریاض

76: إثارة الـفـوائـد المجموعة فی الإشارة إلی الفرائد المسموعة:صلاح الدین العلائی۔ تحقیق: مرزق بن هیاس آل مرزوق۔ مکتبة العلوم والحکم

77: الـمـعـجـم الـمـفهـرس أو تـجرید أسانید الکتب المشهورة والأجزاء المنثورة، لابن حجر العسقلانی:المطبوعة:مؤسسة الرسالة بیروت

78: الـجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: أبو بکر أحمد بن علی الخطیب البغدادی۔ تحقیق: د۔ محمود الطحان۔ مکتبة المعارف الریاض.